رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

کی گئی ہے۔ مگر مجھے شبہ ہوتا ہے کہ ہمارے دوست کی امید پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ کا یہ آرٹیکل مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی بجائے اشتعال اور باہمی بغض پیدا کر دیگا۔ اور یونیورسٹی کے ساتھ ہمدردی کم ہو جائیگی۔ شروع ہی میں جب اختلاف کی بنیاد رکھی گئی۔ تو آئندہ چل کر کیا ہوگا۔

اس کے بالمقابل ہندو یونیورسٹی کی سکیم شائع ہوئی ہے اس میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ

"یہ مذہبی تعلیم تمام فرقوں کے جذبات کا لحاظ رکھکر عام مسلمہ اصولوں پر ہوگی ساتھ ہی اس یونیورسٹی میں سداچار (علی چالت) پر خاص دھیان دیا جائیگا"

ہندوؤں کے لاانتہا فرقوں کی مذہبی تعلیم کے لئے ان کی یونیورسٹی ایسی سکیم تجویز کر سکتی ہے جس میں تمام کے مذہبی جذبات کا لحاظ رکھا جا سکے۔ مگر مسلم یونیورسٹی اس سے گھبراتی ہے۔

ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جزئیات مذہب کی تعلیم دینا یونیورسٹی کی قدرت سے باہر ہو۔ مگر وہ مذہبی تعلیم کا ایسا انتظام کر سکتی ہے اور اسے کرنا چاہیئے۔ جس سے کسی کو یہ کہنا نہ پڑے۔ کہ ہمارے مذہبی جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔

یونیورسٹی کو اگر مسلمانوں کے باہمی تفرقہ کے دور کرنے کا ایک آلہ قرار دیا جاتا ہے تو پہلے ہی قدم پر اس سے تفرقہ پیدا کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے۔ جب یونیورسٹی شیعہ اور سُنّی کی جداگانہ تعلیم کا انتظام کرتی ہے۔ تو اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ

وہ خود تفرقہ قائم رکھنا چاہتی ہے

اس لئے یونیورسٹی کی سکیم بنانے والی کمیٹی کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس قسم کے خیالات سے گھبرائے نہیں اور ایسی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا چاہیئے۔ جس سے تمام مختلف فرقے اپنے جذبات مذہبی کو اس اصل پر لے آئیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے تھے۔

اسلام جس وحدت کو پھیلانا چاہتا ہے اور جس کے فیوض ابتدائے اسلام میں مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ورنہ یہ امید غلط ہوگی کہ

یونیورسٹی ہم کو متحد کرے گی

بلکہ اندیشہ ہے کہ یونیورسٹی موجبات تفرقہ میں اضافہ کرنے والی نہ ہو (خدا نکرے کہ ایسا ہو) اس لئے میں علی گڑھ کی اس معزز پارٹی کو جو یونیورسٹی کے اصحاب حل و عقد کی جماعت ہے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کی دل شکن تحریروں کی اشاعت سے یونیورسٹی کے متعلق عام ہمدردی کو کم نہ کرائے اور مسلمانوں میں تفرقہ کے مزید اسباب پیدا کرنے سے پرہیز کرے۔ مسلمانوں کو اس قسم کی تحریکیں کبھی ایک نہیں کر سکیں اور اگر وہ مذہب کے ذریعہ ایک نہیں ہو سکتے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ دنیا کی کسی تحریک سے کبھی ایک نہیں ہوں گے۔ اکٹھا کرنے کی تاثیر صرف مذہب میں ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نظیر موجود ہیں کہ آپ نے عرب جیسی اکھڑ قوم کو جس میں سوائے تفرقہ کے اور کچھ تھا ہی نہیں ایک کر دیا۔

پھر جب دنیا کا رنگ اس قوم میں آیا۔ وہ اجزائے متحدہ منتشر ہو گئے آج بھی مذہب ہی انہیں اکٹھا کر سکتا ہے کیا احمدی قوم اس کی نظیر نہیں کاش ہمارا قابل لیکچرار محض آمد تقریریں ایسا محو نہ ہو جاتا اور وہ اس موقعہ پر اپنے اثر سے کام لیکر کہہ دیتا کہ مسلمانوں کے پراگندہ اجزا کو ایک امام کی ماتحتی ایک کر سکتی اور یونیورسٹی بھی تب ہی باوقعت ہوگی۔ کہ وہ ایک امام کے ماتحت ہو۔ والا فلا۔

میں دل سے یونیورسٹی

میرا سفر مصر

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت الحکم میں میں نے اپنے سفر سوئے مصر و بلاد اسلامیہ کا اعلان کیا تھا اور اسی اعلان میں مختصراً اس سفر کی غرض اور مقصود کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔

اس اعلان کے ہوتے ہی خریداران و سرپرستان الحکم میں یہ سوال دلچسپی کے ساتھ چھڑ گیا ہے۔ بعض ایڈیٹر الحکم کے اس سفر کو الحکم کی خوش آئند اور شاندار مستقبل کا پیش خیمہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سفرنامہ کے دلچسپ حالات اور مفید واقعات الحکم میں ایک نئی روح پیدا کر دیں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ایڈیٹر الحکم کی شخصیت الحکم کی قدر و قیمت کا موجب ہے۔ جب اخبار اس کے انتظام سے نکل جائیگا اور کوئی شخص اسے ایڈٹ کریگا تو اخبار کے موجودہ حالت سے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ میں ان ہر دو قسم کی خوش ظنیوں کو قبل از وقت سمجھتا ہوں۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ کیا ہوگا اور کبھی ایسا خیال کرنا کہ الحکم کے ایڈیٹر کی شخصیت کو الحکم کی قدر و قیمت سے تعلق ہے۔ ہر چند میری قدر افزائی اور میری نسبت حسن ظنی ہے مگر میں اس کو شرک سمجھتا ہوں میں کیا اور میری قابلیت کیا۔

میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں کہ سفر کے متعلق جو میری سکیم ہے میں اسے رسالہ وداع وطن میں انشاء اللہ تفصیل سے بیان کروں گا۔ اس لئے ان احباب کی خدمت میں جو اس کے متعلق استفسار کرتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کا انتظار کریں۔

بعض احباب پوچھتے ہیں۔ کہ یہ سفر کسقدر عرصہ کے لئے ہوگا اس کے متعلق بھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں دنیا کے کام میں جہاں تک ارادوں اور تجاویز کا دخل ہے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جب اس سفر کا ارادہ کیا ہوا ہے (اور یہ وہ قریباً دس سال سے ہے) اس ارادہ میں یہ داخل ہے کہ میں پانچ سال کے لئے انشاء اللہ نکلوں گا۔ اور میری تجویز یہ تھی کہ ہر دو سال کے بعد دو یا تین مہینوں کے لئے یہاں آیا کروں۔ جب تک کہ میں اپنی تجویز کے موافق خدا کے فضل سے اس سفر کو پورا نہ کر لوں۔ مگر میرے مخلص احباب نے اس تجویز میں اس قدر ترمیم کرائی ہے اور میں نے بھی اسے الحکم کی ضروریات کے لحاظ سے اور اپنی ذاتی بھلائی اور روحانی فائدہ کی وجہ سے ضروری سمجھا ہے کہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر میں دارالامان میں خدا کے فضل سے پہنچنے کی کوشش کیا کروں اس لئے میں اس سفر میں یہ التزام بفضلہ تعالیٰ رکھنا چاہتا ہوں کہ جلسہ کے ایام میں یہاں آجایا کروں۔ اگرچہ اس آمد و رفت میں اخراجات بڑھینگے۔ مگر میں اس کے مفاد کو چند پیسوں کے مقابلہ میں نہایت قیمتی اور بیش بہا سمجھتا ہوں۔ اس لئے یہ سن کر ان دوستوں کو بہت خوشی ہوگی۔ جو الحکم سے میری وابستگی ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں۔

کیونکہ اس طرح پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سال میں کم از کم ایک مہینہ تو مجھے اپنی نگرانی میں کام کرنے کا موقعہ مل جایا کریگا۔

بعض احباب نے میری کسی تحریک کے بدوں اس سفر کے لئے اعانت فرمانے کا وعدہ کیا ہے اور بعض نے اپنے جوش سے کچھ بھیجا ہے۔ میں ایسے احباب کے لئے جزاک اللہ کہتا ہوں۔ اور میں ایسے دوستوں کے ملنے پر خدا تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتا ہوں۔ فی الحال میں کوئی چندہ کی تحریک نہیں کرتا۔ اور ایسے تمام دوستوں کو جو اس غرض کے لئے میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ آگاہ کرتا ہوں۔ کہ وہ سر دست دعاؤں سے میری مدد کریں۔ میں اس سے زیادہ اس وقت ان سے کچھ نہیں چاہتا کیونکہ میرے اس سفر میں جو میں تبلیغ دین اور تحصیل و تکمیل عربی زبان کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ مختلف قسم کی روکاوٹوں اور ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔

مگر میں اپنے رحیم و کریم مولیٰ پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ ان ابتلاؤں کے بادلوں کو دور کر دیگا اور مجھے توفیق دیگا کہ میں باہر نکل کر تبلیغ دین کرنے والوں کے لئے راستہ صاف کروں۔ اس طریق پر جیسے خدا تعالیٰ نے مجھے قوم میں اخباری مذاق پیدا کرنے میں سابق ہونے کا فخر بخشا ہے تسلسل سے قلیل خرچ پر بلاد اسلامیہ اور یورپ و امریکہ میں تبلیغ کا راستہ صاف کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور خدا کے فضل کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں۔

جن کی نظریں خدا تعالیٰ کے وراء الوراء کاموں پر نہیں پڑتی ہیں اور جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اس قسم کے کام ان لوگوں سے ہی ہو سکتے ہیں جو دنیا میں بڑا مرتبہ اور بڑی دولت رکھتے ہوں وہ غلطی کرتے ہیں۔ دین کی اشاعت میں غریبوں اور ضعیفوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ جس سے چاہے اس کام کو لے میں دیکھتا ہوں

ننھی سی آنکھ دیکھتی ہے آسمان کو
چھوٹوں کو دی بڑائی یہ کتنی بڑائی ہے

پھر اگر وہ اپنے فضل سے مجھے یہ موقعہ دے تو کیا بعید ہے۔ نصیبین کے سفر کے لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے جن لوگوں کو منتخب کیا وہ بڑے دولتمند اور ممتاز اہل علم نہ تھے بلکہ غریبوں کی ایک جماعت جو اس ملک کی زبان اور رسم و رواج سے ناواقف۔ اور بات بھی یہی ہے ایک غریب آدمی جہاں دس کوس پیدل چلنے کی جرأت کریگا۔ ایک امیر آدمی وہاں ٹٹو اور ٹمٹم کی تلاش میں رہیگا۔ غرض بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔

میں نے عرض کر دیا ہے کہ یہ پانچ سالہ سفر ہوگا۔ جس کے ابتدائی دو سال مصر میں عربی زبان کی تکمیل اور تحصیل کے لئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی فرنچ زبان کی تحصیل مد نظر ہے اور باقی کے تین سال میں سے ڈیڑھ سال انگلستان کا قیام اور باقی ڈیڑھ سال تبلیغ اسلام کے لئے عام چکر ہے یہ میری نیت ہے اور میں نے محض خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے اس دور دراز سفر کا ارادہ کیا ہے اس وقت یہ شیخ چلی کے خیالی پلاؤ اور ہوائی قلعے ہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے مجھے اگلی سہ ماہی تک زندہ رکھا۔ تو وہ وقت انشاء اللہ العزیز قریب ہے کہ میں

اس سفر پر روانہ ہو جاؤں

ساری توفیقیں اسی کے ہاتھ میں ہیں وباللہ التوفیق۔ احباب دیکھینگے کہ اس سفر کے ارادہ کے ساتھ ہی یہ تحریک بہت سے دلوں میں پیدا ہوگی کہ وہ باہر نکلیں اور میں اسے بھی اپنی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھونگا۔ کیونکہ میں یہی عملی مذاق پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست بہت ہی سادے طریق اور کم خرچ پر مختلف ملکوں میں جاویں اور اس پیغام حق کو پہنچا دیں جس کا پہنچانا ان کا فرض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ تیری تبلیغ کو زمین کے سارے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پس آؤ۔ کہ ہم ان مبلغین میں شامل ہوں۔ جو اس کو زمین کے کناروں تک پہنچانے والے ہوں۔ خدا کرے کہ وہ ہم ہی ہوں آمین۔

ناظرین دیکھیں گے کہ میرے سفر مصر عنقریب انجمن کو بھی اس ضرورت

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہوگئے؟

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے صرف ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں۔ بلکہ پورے دو لاکھ روپے کی جائیداد کا مالک ہوں۔ مجھ کو فخر ہے کہ میں اپنی کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے۔ چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپے کے سرمایہ سے روح حیات کی تجارت شروع کی تھی۔ اور اب تک دس لاکھ روپے کا فروخت ہو چکا ہے۔ جس شخص نے میری اس ایجاد سے ایک دفعہ استعمال کیا ہے۔ وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بن گیا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور میری تین یوم کی ۸۸۳ روپیہ تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جبتک کوئی چیز شرطیہ مفید نہ ہو۔ اس کی اس قدر بکری ناممکن ہے۔ بقول حضرت درد دہلوی وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو اب تک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرطیہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ سنئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں دھات بھی ہے کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اس کے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر میجر بی ناتھ صاحب بہادر لفٹنٹ سرجن انڈین میڈیکل سروس حضور شاہ ایڈورڈ ہفتم اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ احباب نے روح حیات کو طاقت میں بے نظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دیکر ہڈیوں کے گودے فاسفورس کو چمکا کر خون صالح پیدا کرکے اعصاب کی سستی کو اپنی برقی طاقت سے چاق و چوبند کرکے ہر انسان کو صحیح و تندرست بنا دیتا ہے کہ حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں۔ تو بھی چٹ ہوکر بے آب ہو جاویں۔ ہندوستان و انگلستان اور ممالک غیر کے بہترین اور مانے ہوئے ڈاکٹروں میڈیکل کالج کے لیکچراروں۔ معزز عہدہ داروں۔ سلطنت کے سرٹیفیکیٹوں اور باوجود امتیاز زمانہ کے مدت کے استعمال ہونے کی بھی دن بدن کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۳ روپے کی روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے۔ جو یہ نتیجہ نہ نکالے کہ روح حیات اس وقت انسان کی دوبارہ زندگی کے لئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عامل ہونے سے جو لوگ امراض اعصاب پیدا کرکے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں۔ ان کے لئے روح حیات تریاق کامل تر بہدف دوا ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے۔ بلکہ اعصاب کی طاقت افزا دوا بھی ہے یا یہ وہ مقوی روح ہے۔ جو دو ہی یوم میں قوت رجولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے۔ چہرے پر رونق و آبداری حاصل ہوتی ہے۔ قوت باہ حالت طبعی پر آجاتی ہے۔ دیگر امراض جو کثرت فواحشات اور طفولیت کی نا زیبا حرکات سے لاحق ہوگئے ہوں۔ ان کے دفعیہ کے لئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ نامردی۔ ضعف باہ۔ ضعف مثانہ۔ جریان۔ سرعت رقت۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ۔ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کے واسطے روح حیات بے نظیر چیز ہے۔ جسمانی کمزوری۔ لاغری۔ بے رونقی اور زردی چہرہ کے لئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دی جائے۔ تو بجا ہے۔ حلق سے اترتے ہی اس کا خاص اثر اعصاب پر پڑتا ہے۔ جن پر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جوانمرد اور جوانمرد کو ممتاز اور بوڑھے کو صاحب کار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ اس کے استعمال سے علی العموم اولاد نرینہ پیدا ہوتی ہے۔ روح حیات کی حیرت انگیز شہرت اور کثرت خریداری کو دیکھ کر لوگ مجھے کیمیاگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ قیمت فی شیشی روح حیات (عہ) روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی روغن دافع سستی موجود ہے۔ جو صرف بیرونی استعمال سے مردہ اعصاب کو زندہ کرتا ہے۔ رگوں۔ پٹھوں کی سستی اور لاغری بے رونقی وغیرہ دور ہو کر مفقود شدہ طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ یا یوں مریضان نامردی کو مرد کامل بناتا ہے اور لطف یہ کہ پھر عمر بھر کسی اور دوائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت روغن دافع سستی شیشی کلاں چار روپیہ چار آنہ (للعہ) شیشی خورد دو روپیہ دو آنہ (عہ)

یہ دوائیں۔ حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیاگر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور سے طلب کریں۔

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری۔ مضمونوں کی تیز و طراری مریضوں کی آہ و زاری۔ آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ کہ الامان۔ لیکن ہمارا کام صرف باتوں سے ہی نہیں چلتا ہم پہلے مفت دوا دیتے ہیں۔ اول آزماؤ۔ پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی دھوکا ہے۔ قوائے تناسل کے متعلق ان دنوں مختلف بیماریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے۔ میں نے اس مرض کے لئے یہ معجون تیار کی ہے۔ جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسل انشاء اللہ فوراً رفع ہوتے ہیں اور ہر قسم کی شکایت کے لئے مفید ہے۔ ہمارا کام یہ نہیں کہ لکھ ماریں کہ ہمارا مراسلت تیار رہتی ہیں اول نمونہ مفت منگائیے پھر اگر شفا ہو تو طلب فرمائیے۔ قیمت فی بکس عہ۔ طلاء الطلسمی بہت سالکہ افراد جو اپنی غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوچکے ہیں اور بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچتی ہے ہمارے اس طلاء طلسمی سے فائدہ اٹھائیں۔ اسی طلاء طلسمی کی قیمت انشاء اللہ اس کو مفید پائیں گے قیمت ۲ ماشہ عہ۔ سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا اور قوت بصارت بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ ۸ر سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرنے والا قیمت فی بکس ۸ر

حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ بلب گڑھ ضلع دہلی

برہمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں
جلاب کی گولیاں

ڈاکٹر برہمن صاحب کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ۔ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرانی و مروڑ نہیں ہوگا حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ روکاوٹ نہیں ہوگی۔ ۲۰ برس سے ڈاکٹر برہمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں۔ ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہئے۔ قیمت سو گولیوں کی ڈبیہ ۵ر ایک سے چھ روپیہ تک محصولڈاک ۵ر

دردسر اور ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ دوا لحظہ میں اس کو پانی کر دیتا ہے۔ درد جاہے جس جگہ ہو۔ رگوں میں لہر سی کہنی سے جکڑیں چھوٹتے ہو۔ اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ درد سر نصف ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے ہو۔ فوراً دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے۔ قیمت ۳ ٹکیوں کی ایک ڈبیہ ۶ر محصولڈاک ایک ڈبیہ تک چھ آنہ۔

ڈاکٹر برہمن کا پتہ مکان نمبر ۱۷ تارچند اسٹریٹ کلکتہ

دائی

یہ کتاب ایک پردہ نشین خاتون نے فن قابلہ کے متعلق اس قابلیت سے لکھی ہے کہ کوئی لفظ فارسی یا انگریزی کا استعمال نہیں کیا۔ اور تمام مطلب ادا کر دیا ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے

قیمت فی جلد ۸ر

منیجر دھلی گزٹ سے طلب کرو

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور سیرت

بقیہ ہفتہ گذشتہ

حضرت عمرؓ نے خلیفہ اول کے پاس عرض کی کہ مجھکو خلیفہ نہ بنائیں کسی اور کو بنادیں۔ کیونکہ مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بیشک تم کو خلافت کی ضرورت نہیں بلکہ خلافت کو تمہاری اشد ضرورت ہے۔ اس لئے چپ چاپ یہ گرانبار بوجھ دوش پر اٹھالو۔

حضرت عمرؓ نے سر تسلیم خم کیا اور مصافحہ کرکے خلیفہ اول سے رخصت ہوئے ان کے جانے کے بعد خلیفہ اول نے نہایت تضرع اور درد کے ساتھ اللہ کے حضور دعا مانگی۔ کہ۔ اے پروردگار میں نے یہ کام محض تیری رضا کیلئے اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے کیا ہے۔ کیونکہ مجھکو خوف تھا کہ اگر میں ایسا نہ کرتا۔ تو ان میں فتنہ بپا ہوتا۔ میں نے جس شخص کو تمام صحابہ میں سے بہتر سمجھا اس کو میں نے خلیفہ نامزد کردیا ہے کہ وہ تیری شریعت کو قائم رکھے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے اے میرے پروردگار تو اس کو نیک چلن خلیفہ اور رعایا کو اس کا تابع فرمان بنائے رکھ۔

خلیفہ اول اس ضروری اور اہم کام سے فراغت حاصل کرکے بڑے مطمئن ہوگئے۔ لیکن کسی نے ان کو اطلاع دی کہ بعض لوگ ان کے اس فیصلہ پر راضی نہیں ہیں۔ چنانچہ جب حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ آپ کی مزاج پرسی کے لئے آئے۔ تو آپ نے شکایتاً کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بیماری سے زیادہ تکلیف دے رکھی ہے۔ میں نے اپنے خیال میں جس شخص کو بہتر سمجھا اس کو تم پر خلیفہ مقرر کیا۔ مگر تم لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہو اور خود خلافت کی خواہش رکھتے ہو دیکھو تمہاری آنکھوں میں دنیا خوش دکھائی دے رہی ہے۔ تم دنیا کو پیار کرتے ہو۔ دنیوی آرام راحت اور لذت کے تم گرویدہ ہورہے ہو۔ تم آسائش کے سامان اور راحت کی اشیاء اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ تم کو کمبل پر سونا اور خاک پر بیٹھنا ناگوار گذرتا ہے۔ تم ریشمی بستروں کے خواہشمند ہو۔ اور نرم نرم گدیلوں کی آرزو رکھتے ہو۔ خدا کی قسم اگر کسی مسلمان کی یہ حالت ہوجائے تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ کہ وہ دنیاوی لذات میں پڑنے کے بجائے قتل کیا جائے۔ تم لوگ اسلام کے پہلے رہنما ہو۔ کیا تم کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ تم اپنے لئے دنیاوی راحت اور آسائش پسند کرو۔ میرے بھائیو۔ یہ نہایت ذلیل چیزیں ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کرو۔

عبدالرحمنؓ کے دل پر اس تقریر نے از حد اثر کیا اور اس نے خلیفہ اول کو تسلی دی۔ کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے۔ نہایت نیک نیتی سے مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے کیا ہے اور تمام مسلمان اس پر راضی ہیں۔ اگر شاذ و نادر کوئی اپنے دل میں راضی نہ ہو۔ تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے وہ خود بخود راضی ہوجائیگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک کام کا اجر عظیم عطا فرماوے۔ اور آپ کے دل میں اس کام کے متعلق خوشی اور راحت بھر دے۔

خلیفہ اول کو یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے متعلق یہ وصیت کی کہ جب میں وفات پاؤں تو اسی وقت مجھ کو آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن کیا جائے اور غسل مجھ کو میری بی بی اسماء اور میرا بیٹا عبدالرحمن دیں۔ اس وصیت کے بعد آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ روز سہ شنبہ کی شام کو ۲۲ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ ہجری میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کی۔ آپ کی وصیت کے بموجب اسی رات انہیں آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

طبری لکھتا ہے کہ خلیفہ اول کی وفات روز دوشنبہ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ ہجری میں ہوئی اور فتح دمشق کی تاریخ بھی یہی بیان کی گئی ہے اسی لحاظ سے بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ اول کی وفات اسی دن ہوئی۔ جس دن کہ قلعہ دمشق فتح ہوا تھا۔ بہرحال فتح دمشق خلیفہ اول کے عہد کا واقعہ ہے۔

خلیفہ اولؓ کی عمر وفات کے وقت قریباً ۶۳ سال بیان کی گئی ہے آپ آنحضرت صلعم سے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے تھے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے بعد اتنی مدت یعنی دو سال چند ماہ زندہ رہے۔ اور آنحضرت صلعم کی عمر کے قریب پہنچکر آپ نے انتقال کیا۔

خلیفہ اول کی وفات پر تمام مدینہ میں کہرام مچ گیا اور صحابہ پر وہی حالت طاری ہوئی۔ جو آنحضرت صلعم کی وفات پر ہوئی تھی آپکی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے یہ فرمایا:۔

اے میرے پیارے باپ اللہ تعالیٰ نے تیری نیکی کی کوششیں قبول فرمائیں۔ اور تجھکو دنیا اور آخرت میں سرخرو کیا۔ تو دنیا کو ذلیل اور آخرت کو عزیز سمجھتا تھا اسی وجہ سے تو دنیا سے پرہیز کرتا تھا۔ اور آخرت کو حاصل کرنے کی طرف مائل رہتا تھا رسول اللہ صلعم کی وفات ہمارے لئے سخت مصیبت تھی۔ مگر تیری موت بھی ویسی ہی مصیبت ہے۔ ہمارے لئے یہ دوسرا جانکاہ حادثہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وعدہ دیا گیا ہے کہ جو شخص مصائب میں صبر کرے اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویگا۔ اس لئے میں بھی دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت میں مجھ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ اے میرے باپ اگر میں تیری زندگی کی آرزو کروں تو فضول ہے۔ اور اگر تیری موت پر گریہ وزاری کروں تو وہ بے سود ہے اس لئے میں ان دونوں غیر مفید باتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھکو غریق رحمت کرے۔"

خلیفہ اول کی وفات کا صدمہ تمام صحابہ کے لئے یکساں تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس صدمہ کو معمول سے زیادہ محسوس کیا۔ آپ نے جس وقت خبر سنی۔ اسی وقت روتے ہوئے خلیفہ اول کے مکان پر آئے۔ آپ کے آنسو بے اختیار جاری تھے۔ اور آپ دردمند دل کے ساتھ یہ کہتے جاتے تھے:۔

اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھ کو غریق رحمت کرے تو پہلے اسلام لانے والا تھا۔ تو بڑا راسخ الاعتقاد تھا۔ تیرا ایمان نہایت مضبوط تھا تو سیر چشم تھا۔ تو اسلام کا سچا حامی تھا اور دلی ہمدرد تھا۔ تو نے رسول اللہ صلعم کی اس وقت تصدیق کی جبکہ لوگوں نے ان کی تکذیب کی۔ تو نے ان کی اس وقت امداد کی۔ جبکہ لوگوں نے ان کو دکھ دیا۔ تو نے ان کی اسوقت دلداری اور غمخواری کی۔ جب دوسروں نے ان کو تکلیف پر تکلیف دی۔ تیرا رویہ اور تیرے اخلاق بالکل رسول صلعم کے ساتھ مشابہ تھے۔ تیرا بدن نحیف تھا۔ مگر دین پر تو کی

تھا۔ تجھکو سب پر شرف حاصل تھا۔ تیرا دل شیر کی طرح تھا تو کسی مصیبت کے وقت نہیں جھجکا۔ تو کوہ وقار تھا۔ حوادث اور پریشانیوں کے جھونکے تجھکو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ تیرے دلائل قوی ہوتے تھے۔ اور تیری رائے ہمیشہ صائب اور سلیم تھی۔ تو مسلمانوں میں جلیل القدر تھا۔ تجھکو کسی کے مال پر طمع نہ تھی۔ تو کوئی فضول خواہش نہیں کرتا تھا۔ اللہ کے نزدیک تیرا رتبہ بڑا بلند تھا۔ مگر مخلوق اللہ کے ساتھ تو خاکسارانہ پیش آتا تھا۔ زیردست تیرے نزدیک قوی تھا جب تک کہ اس کا حق اس کو نہ مل جائے اور زبردست تیرے نزدیک ضعیف تھا جب تک کہ تو اس سے دوسرے کا حق نہ دلوادے۔ ہم کو تیری موت کا سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صدمہ کے معاوضہ میں ہم کو اجر عظیم عطا فرماوے۔ ہم کو گمراہی سے محفوظ رکھے اور تجھ کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

ان کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور کہنے لگے "اے خلیفۃ الرسول تو نے قوم کا بوجھ ایک تھکے ہوئے شخص پر رکھدیا ہے۔ اور ان کا والی ایک درماندہ شخص کو مقرر کیا ہے۔ افسوس کہ تیرا ساتھی تجھ سے دور پڑ گیا۔ اور کیونکر وہ تجھ سے مل سکیگا؟"

حضرت ابوبکر صدیق کے تین بیٹے تھے ایک عبداللہؓ جو آپ کے عہد خلافت میں فوت ہوگیا تھا۔ دوسرا عبدالرحمن جو خالدؓ بن ولیدؓ کے ہمراہ شام کے معرکوں میں ایک جانباز اور شجاع سپاہی ثابت ہوا اور جو اس موقعہ پر شام سے واپس آگیا ہوا تھا۔ تیسرا محمد جس نے خلیفہ سوم اور خلیفہ چہارم کے عہدوں میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصیت کردی تھی کہ جو کچھ میرا اثاثہ باقی رہ جاوے۔ وہ سب کا سب میرے جانشین کو دیا جاوے۔ اور اسی پر عمل کیا گیا۔

آپؓ کی سیرت

حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش کے ایک ممتاز قبیلہ بنی تیم سے تھے۔ اور آپ ساتویں پشت میں آنحضرتؐ کے ساتھ ملتے تھے۔ جیسے کہ صفحہ ۳۳ کے نوٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کا پہلا نام عبدالکعبہ تھا۔ آپ ایک اچھے عالم۔ تاریخ دان اور بڑے زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ آپ نامی تاجر اور بڑے مالدار آدمی تھے۔ مکہ کے رؤساء میں آپ کو بڑی عزت اور توقیر حاصل تھی اور ظہور اسلام کے وقت آپ مکہ کے چیف مجسٹریٹ تھے۔ اس وقت قریش کے قبائل میں سے حسب ذیل قبیلے بڑے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی حکومت ان میں منقسم تھی یعنے (۱) بنی ہاشم (۲) بنی اُمیہ (۳) بنی نوفل (۴) بنی عبدالدار۔ (۵) بنی اسد (۶) بنی تیم۔ (۷) بنی مخزوم۔ (۸) بنی عدی (۹) بنی جمح۔ (۱۰) بنی سہم۔

(۱) حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بنی ہاشم کے سپرد تھی۔ اور اس وقت بنی ہاشم میں سے پہلے عبدالمطلب پھر ابی طالب اور پھر حضرت عباس اس خدمت پر مامور رہے اور وہ تمام قبائل قریش کے بڑے رئیس یعنی سید سمجھے جاتے تھے۔

(۲) بنی اُمیہ کی تفویض میں اہل مکہ کا جھنڈا رہتا تھا جس کا نام عقاب تھا اور اس کا انتظام اس وقت ابوسفیان کے متعلق تھا۔ اور وہ تمام قبائل قریش کا کمانڈر انچیف سمجھا جاتا تھا۔

(۳) بنی نوفل قومی فنڈ (رفادہ) کے تحویلدار تھے۔ یہ فنڈ قریش کے غرباء اور مسافروں کی امداد اور خورد و نوش میں خرچ

کیا جاتا تھا۔ حضرت بن عامر اس فنڈ کا افسر تھا۔

(۴) بنی عبد الدار میں سے عثمان بن طلحہ کے سپرد کعبہ پر غلاف چڑھانا اور اس کی حفاظت یعنی دربانی کا کام تھا۔

(۵) بنی اسد میں سے یزید بن زمعہ دار الندوہ (کمیٹی ہال) کا ممبر مجلس تھا۔

(۶) بنی تیم میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ دیوانی اور فوجداری کے چیف مجسٹریٹ یعنی عدالت العالیہ تھے۔

(۷) بنی مخزوم میں سے خالد بن ولیدؓ کے متعلق سامان جنگ کی تیاری اور جنگ کے لئے نوبت بجانے کا کام تھا۔ وہ قبائل قریش کے کمانڈر انچیف یعنی سپہ سالار کا اعلیٰ افسر تھا۔

(۸) بنی عدی میں سے حضرت عمر بن خطاب کے سپرد سفارت کا کام تھا۔ اور قبائل قریش کے اعلیٰ سفیر تھے۔

(۹) بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ کے متعلق (ازلام) تیروں سے فال لینے کا فیصلہ صادر کرنے کا کام تھا۔

(۱۰) بنی سہم میں سے حارث بن قیس کے سپرد پبلک خزانہ کا انتظام تھا۔

باوجود اس کے کہ اخلاقی حالت ان دنوں بالعموم نہایت گری ہوئی تھی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ اس سوسائٹی کے تمام عیوب سے بالکل پاک صاف تھے اور بجائے پاکدامنی اور نیکوکار مشہور تھے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ محتاجوں کی دستگیری کرتے تھے۔ مصیبت زدوں کی امداد کرتے اور اپنے ہم جنس کے ساتھ نہایت خلق اور احسان سے پیش آتے تھے۔

آپ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بچپن سے ہی اُنس تھا اور جب آنحضرت صلعم خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ شادی کرکے انہی کے مکان میں آرہے تو حضرت ابوبکرؓ کو جو اسی محلہ میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ نشست و برخاست کرنے کا بہت ہی زیادہ موقعہ ملتا رہا۔ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا جس دن آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ میں ملاقات نہ ہوتی۔ یہ خالص محبت دن بدن ترقی کرتی گئی۔

جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے رسول اللہ ہونے کی بشارت سنائی تو آپ نے بلا کسی ہچکچاہٹ اور تعجب کے آنحضرت صلعم کی تصدیق کی۔ اور اسی وقت اُن پر ایمان لے آئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کی رسالت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ابوبکرؓ صدیق تھے۔ مگر بعض لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ پھر حضرت علیؓ پھر زید بن حارثؓ جو آنحضرت صلعم کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور اُن کے بعد حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ بعض نے ان اقوال میں یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ لڑکوں میں سے حضرت علیؓ اور مردوں میں سے حضرت ابوبکرؓ پہلے ایمان لائے۔ لیکن اُن اقوال کی اس سے زیادہ اچھی تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ حضرت خدیجہ۔ حضرت علی۔ اور زید بن حارث آنحضرت کے گھر کے لوگ تھے۔ اس لئے گھر سے باہر جو شخص آنحضرت پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ آنحضرت نے آپ کا نام بجائے عبد الکعبہ کے عبد اللہ رکھا۔ اور عتیق اور صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت ابوبکرؓ نے صرف اپنے اسلام لانے پر ہی قناعت نہیں کی بلکہ اشاعت اسلام میں دل و جان سے کوشش شروع کی۔ چنانچہ وہ پانچ آدمیوں کو قائل کرکے آنحضرت کی خدمت میں لے گئے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سعد بن ابی وقاص جس کی عمر اس وقت بمشکل سولہ سترہ سال کی تھی اور جو آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ مرحومہ کا بھتیجا تھا۔

۲۔ زبیر بن عوام جو سعد سے کچھ کم عمر کا تھا۔ اور جو آنحضرت کی پھوپھی کا بیٹا تھا۔

۳۔ طلحہ بن عبد اللہ عمر میں زبیر کے برابر تھا اور حضرت ابوبکرؓ کا قریبی تھا۔

۴۔ حضرت عثمان بن عفان جو بنی اُمیہ قبیلہ سے تھے اور جن کی عمر اس وقت تیس سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم تھی اور جو ماں کی طرف سے عبد المطلب کے نواسے تھے۔ اور بڑے دولتمند تھے۔

۵۔ عبد الرحمن بن عوف جو عمر میں آنحضرت سے دس سال چھوٹا تھا اور بڑا ذی وجاہت اور مالدار آدمی تھا۔ ابو عبیدہؓ بن جراح بھی عبد الرحمن بن عوف کے ساتھ ہی ایمان لایا۔ اور یہ گروہ جو حضرت ابوبکرؓ کی سعی اور کوشش سے ایمان لایا۔ اسلامی تاریخ میں بڑا نامور اور ممتاز ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا اور کئی ایک غلاموں کو جو مسلمان ہو جانے کی وجہ سے اپنے مشرک مالکوں کے ہاتھ سے سخت ایذائیں اٹھاتے تھے۔ خرید کر آزاد کر دیا۔ جن میں بلالؓ جو اسلامی جماعت کا مؤذن تھا۔ عامرؓ بن فہیرہ جو حضرت ابوبکرؓ کا گلہ چرایا کرتا تھا۔ اور جس نے ہجرت نبوی کے وقت بڑی جانفشانی سے آنحضرت صلعم کی قابل قدر خدمت ادا کی تھی اور عبد اللہؓ بن مسعود جو آنحضرت کا جاں نثار خدمت گزار تھا بڑے مشہور ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ تمام مصائب اور تکالیف میں آنحضرت صلعم کے رفیق رہے۔ آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی آنحضرت کی مفارقت گوارا نہ کی۔ اور آخر آنحضرت کے ساتھ ہی ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تمام غزوات میں حضرت ابوبکرؓ آنحضرت کے باڈی گارڈ رہے اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ جب کوئی دشمن موقعہ پاکر آنحضرت پر حملہ آور ہوتا تو آپ سینہ سپر ہوکر اس سے مقابلہ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند پہنچنے نہ دیتے۔ ابتدائے اشاعت اسلام سے لیکر آنحضرت کی وفات تک یہ دونوں مقدس وجود باہم شیر و شکر رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے خلافت پر بیٹھتے ہی سوائے مدینہ منورہ و مکہ معظمہ اور طائف کے تمام عرب کے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور کئی ایک مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جن کا مختصر ذکر صفحہ ۲۹ میں آچکا ہے۔ یہ ایسی حالت تھی۔ جیسے کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت کو پیش آئی تھی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق ایک لمحہ کے لئے بھی نہ گھبرائے۔ آپ نے گیارہ دستے فوج کے تیار کئے اور ہر ایک دستہ ایک افسر کے ماتحت دیگر چاروں اطراف عرب میں روانہ کر دیا۔

پہلا دستہ خالدؓ بن ولید کی ماتحتی میں طلیحہ بن خویلد اسدی کے مقابلہ پر جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا ارسال کیا اور حکم دیا کہ اس طرف سے فراغت پاکر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کو جانا۔

دوسرا دستہ عکرمہ بن ابی جہل کی ماتحتی میں مسیلمہ کذاب کے مقابل روانہ کیا۔ جس نے دعویٰ نبوت کرکے ایک کثیر جماعت اپنے ساتھ فراہم کر لی تھی۔

تیسرا دستہ شرجیل بن حسنہ کی ماتحتی میں دے کر اس کو عکرمہ بن ابی جہل کی امداد پر روانہ کیا۔

چوتھا دستہ عمرو بن عاص کی ماتحتی میں دے کر قبیلہ قضاعہ کی طرف بھیجا۔ اسی طرح گیارہ سرداروں کو مختلف قبیلوں کی طرف تہامہ۔ یمن۔ حضر موت۔ عمان۔ بحرین وغیرہ علاقوں میں ارسال کیا گویا تمام عرب میں اسلامی لشکر پھیلا دیا۔ اور خود مدینہ کی حفاظت کرنے لگے۔ اتنے میں بنی غطفان۔ بنی اسد۔ اور بنی سے وغیرہ قبیلوں نے پیش قدمی کرکے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے معہ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ اور طلحہؓ کے بنفس نفیس مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کو فاش شکست دی اور کئی ایک قتل کرکے اُن کو تتر بتر کر دیا۔

قبائل عرب میں سے سب سے بڑا معرکہ اہل اسلام کو مسیلمہ کذاب کے ساتھ یمامہ میں پیش آیا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے بدوں شرجیل کی امداد کا انتظار کرنے کے لڑائی شروع کر دی۔ مسیلمہ کے ہمراہ کثیر فوج تھی۔ اور قوم بنی حنیف بڑی جنگجو اور سخت لڑاکی تھی۔ عکرمہ گو جان توڑ کر لڑا مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور اس نے شکست کھائی۔ جب خلیفہ اول کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے عکرمہ کی جلد بازی پر ناراضگی کا اظہار کرکے اس کو حکم بھیجا کہ تم اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کو لیکر عمان کی طرف چلے جاؤ۔ اور خالدؓ بن ولید کو جو طلیحہ بن خویلد کو بھگا کر اور مالک بن نویرہ کو قتل کرکے اپنے ڈیوٹی سے فارغ ہو چکا تھا مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر روانہ کیا اور شرجیلؓ بن حسنہ کو لکھ بھیجا کہ خالدؓ بن ولید کے لشکر کے ساتھ شامل رہے۔

جب خالدؓ بن ولید یمامہ میں پہنچا تو مسیلمہ بڑی جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مقابلہ کے لئے نکلا۔ لڑائی بڑی خونریز ہوئی۔ اور طرفین کے کثرت آدمی مقتول ہوئے۔ مگر آخرکار مسیلمہ[1] قتل ہوا۔ اور میدان خالدؓ بن ولید کے ہاتھ رہا۔ اسی عرصہ میں تمام دستے ہر ایک موقعہ پر غالب آگئے اور عرب کے تمام قبائل از سر نو اسلام کے مطیع و منقاد ہو گئے اور ارتداد چھوڑ کر ایسے پکے مسلم بن گئے۔ کہ اسلام کی خدمت کرنے میں جان و مال خرچ کرنے پر تیار ہو گئے۔

خلیفہ اول کی عہد کی فتوحات کا جو ملک شام میں ہوئیں مفصل ذکر آچکا ہے۔ سرحد ایران یعنے عراق عرب میں جو فتوحات خالدؓ بن ولید نے کیں۔ اُن کا ذکر فتح عراق کی ضمن میں مفصل کیا جائیگا۔

جب جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ قرآن صحابی شہید ہو گئے تو خلیفہ اول نے مناسب سمجھا کہ قرآن کو جمع کرکے قلمبند کر دیں۔ دراصل آنحضرت کی زندگی میں ہی آیات کی ترتیب اور سورتوں کی تکمیل ہو چکی تھی۔ بعض صحابیوں کو ایک ایک دو یا زیادہ سورتیں حفظ تھیں اور بعض کو تمام سورتیں قرآن مجید کی ازبر یاد تھیں علاوہ اس کے تمام سورتیں متفرق طور پر آنحضرت صلعم نے لکھا رکھی تھیں حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا کیا کہ تمام سورتوں کو جمع کرکے ایک جلد

---

[1] نوٹ ایک روایت میں ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب کو اسی حبشی نے اسی حربہ کے ساتھ قتل کیا جس حربہ کے ساتھ اس نے جنگ احد میں حضرت حمزہ شیر خدا کو چھپ کر شہید کیا تھا۔

کے اندر قسم بند کر دیا حضرت ابوبکرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے بلا تذبذب اسلام قبول کیا۔ وہ پہلے شخص ہیں۔ جو خلیفہ کہلائے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ممالک غیر سے خراج لیا اور وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے بیت المال (پبلک ٹریژری) کی بنیاد رکھی۔

یہ کم تعجب اور حیرت کی بات نہیں کہ وہ شخص جو تمام عرب کا حکمران تھا جو حکومت یعنے تمام عرب پر کسی بادشاہ کو پیدائش آدمؑ سے لیکر نصیب نہ ہوئی تھی۔ جس کی ظفر موج فوج ادھر شام اور ادھر عراق میں فتح پر فتح پا رہی تھی۔ جس کے رعب اور دہشت سے شاہ ایران اور شاہ روم اپنے اپنے تخت پر لرزاں و ترساں تھے اور جس کے نام سے یہ طاقتور اور زبردست سلطنتیں بے اختیار کانپ رہی تھیں۔ وہ پُر جلال اور پُر ہیبت بادشاہ ابتدائے خلافت میں دن کے وقت کچھ فراغت حاصل کر کے اسی مدینہ کی گلیوں میں جہاں وہ زبردست اور طاقتور عصائے شہنشاہی ہاتھ میں لئے ہوتا تھا کچھ سوداگری کا سامان کاندھے پر ڈالے بے تکلف بیچتا پھرتا تھا اور جو کچھ نفع پیدا کرتا۔ وہ اپنے عیال کی پرورش میں صرف کرتا تھا۔ اور یہ اس نامور سلطان عرب کا ذریعہ معاش تھا۔

اس پُر شکوہ اور کوہ وقار بادشاہ کے چیف سٹیٹ کونسلر (رکن اعلیٰ مشیران سلطنت) یعنی حضرت عمرؓ جو لارڈ چیف جسٹس (اعلیٰ افسر عدالت العالیہ) اور حضرت ابوعبیدہ جو ابتدا میں لارڈ آف ٹریژری (اعلیٰ افسر بیت المال) تھے اور حضرت علیؓ جو چیف سکرٹری تھے۔ اور حضرت عثمان اور زید بن ثابت جو چیف سکرٹری کے نائب تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی تنخواہ نہ لیتا تھا۔ اور اپنی اپنی معاش کے لئے الگ کاروبار کرتے تھے۔

جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ امور سلطنت کا بوجھ دن بدن زیادہ بڑھتا جاتا ہے اور خلیفہ اول کو تجارت کے کاروبار کے لئے فرصت نہیں ملتی تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے کچھ روزانہ نقدی لے لیا کریں۔ اس پر خلیفہ اول نے صرف اسی قدر بیت المال سے روزینہ لینا شروع کیا۔ جو اُن کی نہایت سادہ گذران کے لئے بھی بمشکل کافی ہوتا تھا۔ ایک دن اس عظیم الشان شہنشاہ کی بیوی شہنشاہ بیگم نے کہا کہ میرا دل مٹھائی کھانے کو چاہتا ہے۔ شہنشاہ نے اپنی بیگم کو جواب میں کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں جس سے میں مٹھائی خرید لاؤں۔ بیگم نے کہا کہ اچھا آئندہ میں اپنے روزینہ میں سے تھوڑا سا ہر روز بچایا کروں گی۔ تاکہ کبھی دل چاہے تو مٹھائی خرید لیا کریں۔ شہنشاہ نے کہا کہ اچھا بچایا کرو بیگم صاحبہ نے تھوڑا تھوڑا بچانا شروع کیا جب ایک خفیف سی رقم جمع ہو گئی۔ تو بنفس شہنشاہ نے وہ رقم بیگم صاحبہ سے لیکر بیت المال میں جمع کرا دی اور کہا کہ جس قدر ہمارے روزانہ گذارہ سے بچ سکتا ہے اس کے لینے کا ہم کو کوئی حق نہیں۔ کیونکہ ہمارا روزینہ قومی خزانہ سے آتا ہے اور جو کچھ ہمارے مصرف سے بچ رہتا ہے۔ وہ قوم کا مال ہے۔ اور چونکہ اتنا ہمارے مصرف سے بچ سکتا ہے۔ اس لئے آئندہ اسی حساب سے ہم کم روزینہ لیا کریں گے چنانچہ اسی اندازہ سے اپنا روزینہ کم کر دیا۔ وفات کے وقت آپ کو یہ روزینہ لینا بھی شاق گذرا اور آپ نے وصیت کی کہ جس قدر روپیہ میں نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لئے لیا ہے۔ وہ سب حساب کر کے اتنی رقم میرا مکان بیچکر بیت المال میں داخل کی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ ہر ایک امر کا فیصلہ کرنے کے وقت ہمیشہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کو پیش نظر

رکھتے تھے۔ اگر کوئی انوکھا امر پیش آجاتا۔ تو اس وقت بموجب حکم الٰہی صحابہ سے مشورہ کر لیتے تھے۔ اسی کا نام اجتہاد ہے۔

آپ کے دو اقوال میں سے یہ دو قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

(۱) اعمال صالحہ مصائب کے شدید صدموں سے انسان کو یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔

(۲) موت جبتک دُور ہوتی ہے۔ سخت ترین دکھائی دیتی ہے۔ لیکن جب آجاتی ہے۔ تو سہل ترین ہو جاتی ہے۔

کیا مُسلمان ہندو ہیں اور قرآن کریم وید کا ترجمہ ہے؟

جو میرے دل میں ہے وہ منہ پر صاف کہتا ہوں
کسی کا کوئی شکوہ غائبانہ ہو نہیں سکتا

لاہور کے روزانہ پیسہ اخبار میں کسی "خیر خواہ احمدی" نے لاہور کے میونسپل الیکشن اور آریہ سماج کے عنوان سے ایک آرٹیکل شائع کیا ہے۔ اس آرٹیکل میں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف بعض ایسی باتیں منسوب کی ہیں کہ ایک **غیور احمدی** ایک لحظہ کے لئے بھی انہیں پڑھنا اور سُننا گوارا نہیں کر سکتا علاوہ بریں ایسے خیالات جو حقیقت اسلام سے دور ہوں اور جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی شان پر حملہ ہوتا ہو۔ ممکن نہیں کہ جوش نہ آئے۔ اس لئے ان کی تردید کرنا ضروری ہے وہ خواہ کسی کے خیالات اور مقالات ہوں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو اس سے ہمارے اندر بزدلی۔ نفاق اور دینی بے حمیتی پیدا ہو گی۔

اس میں شک نہیں کہ جب کسی اپنے دوست یا بھائی کے کسی ایسے خیالات کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ جو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ایک حملہ کی صورت رکھتا ہو۔ تو ناگوار ضرور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس سلسلہ حقہ کے اپنے بھائیوں اور دوسرے علماء اسلام کے خیالات کی تردید کرنے میں ہمیں تامل نہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ اگر ہمارے اندر سے کوئی ایسی آواز نکلے جو حق کے خلاف ہو تو ہم اس کی تردید نہ کریں۔

میں نے بارہا اس امر کو الحکم کے ذریعہ پیش کیا ہے کہ ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں کہ ہم کوئی فتویٰ دیں یا اجتہاد کریں کیونکہ

ہمارا امام موجود ہے

اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم اپنی ذہنی اور اجتہادی استعدادوں کو کچل دیں۔ بلکہ مطلب صاف ہے۔ اگر ہم کو ایسی ضرورت پیش آئے تو ہم اس کے اظہار سے پہلے اس خیال یا اجتہاد کو حضرت امام کے حضور پیش کریں۔ اگر وہ اس کو صاف کر دیتا ہے اور اسے صحیح تسلیم کرتا ہے۔ تو اس کی اشاعت کے لئے ہم جرأت کریں ورنہ خاموش رہیں۔ ایسے امور جن کا اثر کسی شخصیت پر نہیں

بلکہ سلسلہ پر پڑتا ہو۔ وہ امام کی منظوری کے بغیر ہرگز شائع نہیں ہونے چاہئیں۔ اس طرح پر غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریریں بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ اگر ان کی تردید نہ کی جاوے تو حق اور باطل مل جاتے ہیں اور حق مشتبہ ہوتا ہے اور اگر ان کی تردید کی جاوے تو پھر تفرقہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں پھر ایک بار اس امر کو پیش کرتا ہوں کہ جو لوگ تحریر یا تقریر کے ذریعہ کوئی جدید خیال پیش کریں انہیں لازم ہے کہ

وہ حضرت امام کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کریں

اس صورت میں ان کی وہ رائے مستند اور سلسلہ کی مانی ہوئی قرار پاکر وقیع اور قابل اعتبار ہو گی۔

اس مختصر تمہید کے بعد میں اصل مطلب کا اظہار کرتا ہوں پیسہ اخبار میں "خیر خواہ احمدی" نے جو مضمون شائع کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے:۔

> زمانہ کے بہی خواہ اور ہمدرد بندگانِ خدا حضرت مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہر طرف مذہبی نقصانات کو آپس میں ہندو مسلمانوں کے درمیان نفاق کا موجب پایا اور فتنہ و فساد کو دو قوموں میں برپا دیکھا۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتیں۔ اس کی جڑ ایسی بات میں محسوس کی تو ہندو صاحبان کی توجہ کو اس طرف کھینچ کر دنیا میں صلح اور آشتی قائم کرنے کے لئے پیغام صلح پیش کیا اور لکھا۔
>
> کہ جہاں اتنی متضاد خیالات کی قومیں کو ہمارے ہندو بھائی ہندو کہہ سکتے ہیں۔ سوال کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو وہ ہندو نہ کہیں۔ اور قرآن کریم میں جو مضامین ہیں۔ اور جو ہدایت علوم وید کی سمجھی ہیں جو احکام ہیں۔ جن پر کہ اہل اسلام کار بند ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان کو بھی ایک ترجمہ وید کا نہ مان لیں۔

یہ وہ خطرناک اور زہریلے خیالات ہیں جو خیر خواہ نہیں بلکہ بد خواہ احمدی نے شائع کئے ہیں۔ اور وہ اس قابل ہیں کہ ان سے بیزاری ظاہر کی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیغام صلح میں ہرگز ہرگز ان خیالات کو ظاہر نہیں فرمایا کہ نعوذ باللہ قرآن مجید وید کا ترجمہ ہے یا احادیث اور احکام اسلام وید کا ایک ترجمہ ہیں اور نہ یہ فرمایا کہ مسلمانوں کو ہندو کہا جاوے۔ یہ دلیری اور گستاخی سخت نفرین کے قابل ہی نہیں بلکہ نفرت کے قابل ہے۔ یہ سراسر

تقول علی الامام ہے!

ونعوذ باللہ من ذالک۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام صلح چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں ان خیالات کو ہرگز ظاہر نہیں کیا گیا اور وہ عظیم الشان انسان جو اسلام کا مجدد اعظم تھا۔ جس کو وحی ہوئی قل انی امرت وانا اول المسلمین جو قرآن کریم میں ان الدین عند اللہ الاسلام پڑھتا اور اسی کی تعلیم کرتا ہے۔ وہ عظیم الشان مجدد اسلام جو یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمان ہی نام رکھا ہے۔ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ

مسلمانوں کو ہندو کہو

اور وہ جو قرآن مجید کو تمام صداقتوں کا منبع اور چشمہ یقین کرتا اور اسی کا وعظ دنیا میں کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو وید کا ترجمہ کہو!! ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ یہ ایک ایسی ناقابل عفو

غلطی ہے۔ جس کا کفارہ آسان نہیں۔ اس سے **قرآن مجید** اور اسلام کی سخت ہتک متصور ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے پیغام صلح میں کیا چاہا ہے؟ یہ کہ "ہندو صاحبان اگر دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم **حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں۔ اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔**"

اور خود جو اقرار نامہ لکھتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ

"ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے۔"

اب غور کے لئے غور کرو یہ **معاہدہ صلح** ہے اور یہ شرط ہے۔ جو حضرت مغفور نے پیش کی اس میں صاف لکھا ہے۔ کہ وہ فریق ثانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کا اقرار چاہتے ہیں اور اور آپ ویدوں کے مصدق ہونے کا اقرار دیتے ہیں۔ قرآن مجید جس طرح بر توریت و انجیل کا مصدق ہے۔ یہی وہ تصدیق ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس موقعہ پر پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید جمیع صداقتوں کا جامع ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے **فیھا کتب قیمۃ**۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ویدوں کا ترجمہ ہے۔ ویدوں کی جو کچھ حالت ہے اور امتداد زمانہ نے اس کتاب کو جس سانچہ میں ڈھالا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور خود حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں جو کچھ اس کے متعلق لکھا گیا ہے۔ وہ ایک ظاہر بات ہے۔ ہاں یہ جدا امر ہے کہ ہم تسلیم کریں کہ وید کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور جس طرح پر توریت اور دوسرے صحف انبیاء پر انسانی دستبرد نے اپنا کام کیا۔ ویدوں کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کھول کر بھی پیغام صلح میں بتایا ہے۔ کہ **وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقہ کو خدا پرست نہیں بنا سکی** اور نہ بنا سکتی تھی ۔۔۔۔۔۔ **اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکال لیتے ہیں۔** (پیغام صلح صفحہ ۲۳)

ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ آپ وید کو مفتری کا کلام نہیں سمجھتے مگر جس کتاب کی زبان پر موت وارد ہو چکی ہے اور اس میں ہزار ہا مفاسد پیدا ہو گئے ہوں۔ وہ کیا ہدایت کا موجب ہو گی۔ مگر ہو تو اس ابتدائی زمانے میں جب وہ نازل ہوئی۔ ضروریات وقت کے مناسب حال ہدایت نامہ ہوگی۔

الغرض ہمارے "خیر خواہ احمدی" نے یہ مضمون لکھ کر ایک غلط رائے سلسلہ کے متعلق قائم کرنے کا دوسروں کو موقعہ دیا ہے۔ چونکہ اس نے اپنا نام مخفی رکھا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔ اس لئے ایسی غیر ذمہ وارانہ رائے ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس سے قرآن مجید اور اسلام پر حملہ ہوتا ہو۔

پس ہم ہرگز ہندو صاحبان سے نہیں چاہتے کہ وہ ہمیں نعوذ باللہ ہندو کہیں۔ ہم مسلمان ہیں جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

اس قسم کی بیہودہ اور دریدہ دہانہ کارروائی کے ظاہر کرنے میں خدا کا خوف کرنا چاہئے اور ہر شخص کو جرأت نہیں ہونی چاہئے کہ وہ جو کچھ اناپ شناپ اس کے سر میں آئے اس کو حوالہ قلم کر کے لوگوں کو ہنسی کا موقعہ دے۔ "خیر خواہ احمدی" صاحب کو ایسے خیالات سے **توبہ** کرنی چاہئے۔

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

تعطیل جمعہ پر اخبارات

تعطیل جمعہ کا جو میموریل تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اخبارات میں جو رائیں نکل رہی ہیں۔ وہ ذیل میں درج کر دی جاتی ہیں۔ - ایڈیٹر

اخبار ملت لاہور کی رائے — الملت (خلیفۃ المسیح موعود مولانا مولوی نورالدین صاحب سے کلی اتفاق کر کے جملہ انجمن ہائے و شاخہائے مسلم لیگ و معزز اہل اسلام و اسلامی پبلک اور معاصرین کرام کی خدمت میں نہایت زور مگر ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ مولانا ممدوح کی خواہش کے مطابق اس میموریل کی پر زور تائید کریں۔ جو مولانا موصوف نے اعلیٰ حضرت حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے اپنے سرکلر لیٹر میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو۔ جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے (مولوی نورالدین صاحب کی طرف سے) کیوں پیش ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

ہمارے خیال میں ان الفاظ کی کوئی ضرورت نہ تھی میموریل جس غرض اور ضرورت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ تمام اہل اسلام کی متفقہ و مشترکہ غرض اور ضرورت ہے اور بفضل الٰہ مسلمانوں میں ایسا بیوقوف کوئی نہیں کہ محض فروعی اختلاف کی وجہ سے ایسے معاملہ میں اختلاف کرے۔ جو مشترکہ اسلامی معاملہ ہے۔ اور اگر مولوی صاحب کو پہلے بھنک پڑ گئی ہے کہ فلاں شخص یا انسٹی ٹیوشن اس تجویز کی محض اس بنا پر مخالفت کریگا کہ یہ مسلمانوں کے احمدی فرقہ کے مقتدا کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ تو ان کو چاہئے تھا کہ پہلے ہی اس تجویز کو کسی ایسی انجمن کی طرف سے پیش کراتے۔ کہ مخالفت کا اندیشہ ہی باقی نہ رہتا۔ اور امید ہے۔ اب بھی کوئی شخص ایسی مبارک اور نیک تجویز کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کریگا۔ چونکہ اس میموریل کے لئے صرف تائیدی رزولیوشنوں کی ضرورت ہے۔ چندہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی پبلک نہایت جوش کے ساتھ اسکی تائید کرے گی۔

زمیندار کی رائے — کلام مجید کے اوامر میں یوں تو ہر ارشاد اپنی اپنی جگہ آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن ہر مسلمان کا سر سب سے زیادہ اس فرمان واجب الاذعان کے آگے جھکنا چاہئے کہ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ کا حکم ہے کہ جو مسلمان دیدہ دانستہ اس حکم سے سرتابی کرے سو وہ بہت بڑا گنہگار ہے۔ نماز جمعہ کی اذان ہوتے ہی ہر مسلمان پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر مسجد چلا جائے۔

اسلامی ممالک میں یوم جمعہ اس لحاظ سے کہ یہ عید المومنین ہے اور نیز اس اعتبار سے کہ اس دن نماز کے لئے ایک وقت خاص پر مسلمانوں کا مسجد میں جمع ہو جانا ایک فریضہ مذہبی ہے۔ تعطیل کا دن قرار دیا گیا ہے۔ ہندوستان کو بھی ہم بوجہ دار الامن اور دار الاسلام ہونے کے ایک اسلامی ملک سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہاں ہر طرح کی مذہبی آزادیاں اور تمدنی فارغ البالیاں حاصل ہیں۔ بیشک ذرا سی تکلیف البتہ ہے۔ جو ہمیں رہ رہ کر محسوس ہوتی ہے۔ یعنی جمعہ کے دن سرکاری دفاتر نماز جمعہ کے وقت مسلمانوں کے لئے بند نہیں ہوتے۔ یہ تکلیف بھی اگر رفع ہو جائے۔ تو پھر تو ہندوستان پورا دار السلام اور دار الاسلام ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو مسلمان نماز جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں وہ اکثر صورتوں میں اپنے افسروں کی مہربانی سے گھنٹہ دو گھنٹہ کی اجازت حاصل کر کے اپنا یہ مذہبی فرض ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن بعض صورتیں ایسی بھی پیش آتی ہیں کہ نا مسلمان افسروں کی غیر ہمدردانہ روش نماز گذاروں کی سنگ راہ ہو جاتی ہے جس سے حضور ملک معظم کی رعایا کے ایک جان نثار طبقہ کے روحانی احساس کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ جمعہ کے دن مسلمانوں کو دو گھنٹہ کی اجازت ادائے نماز کے لئے مرحمت فرما کر مسلمانوں کی دعائیں لے۔

اب تک مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پر کوئی عرضداشت سرکار میں اس بارہ میں نہیں گذری اور یہی وجہ ہے کہ سرکار نے بھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اگر مسلمان کوئی میموریل پیشگاہ سرکار میں گذرانتے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اس پر لحاظ نہ ہوتا۔

اس ضروری مگر اہم تحریک کی سعادت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے حصہ میں آئی ہے۔ جنہوں نے قادیانی جماعت کے پیشوا ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانان ہند کی توجہ کو اس طرف مبذول کیا ہے اور ایک تحریر چھاپ کر تمام اسلامی اخبارات اور اسلامی انجمنوں کے پاس بغرض اظہار رائے بھیجی ہے۔ تاکہ اگر سب مسلمان اس بارہ میں متفق الرائے ہوں۔ تو میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ ہمیں اس مبارک تحریک سے کلی اتفاق ہے اور ہمیں یقین ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو ایسے میموریل کے گذرانے کو نگاہ احسان سے نہ دیکھے۔ مولوی نورالدین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ان کی یہ غرض نہیں۔ کہ ضرور ہم ہی اس کے پیش کرنے والے ہوں۔ ۔۔۔ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے۔ تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجیں گے۔ بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا کوئی اور مناسب انتظام کر لیا جائے۔" لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ عام مسلمان ایسے تنگدل ہوں گے کہ تقدم کی فضیلت کو ان سے محض عقائد کی جزئی اختلافات کی بنا پر چھیننے کی کوشش کریں۔

الاسلام کی رائے — الاسلام۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کے دل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے پیارے دین اسلام کی سچی محبت ہو اور وہ اس میموریل کی مخالفت کرے یا اسے ناپسند کرے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کو کوشش تو یہ کرنی چاہئے۔ کہ ان کو جمعہ کے روز جو مسلمانوں میں گویا روز عید ہے۔ تمام دن کی چھٹی مل جایا کرے۔ لیکن چونکہ اس قسم کی کوشش میں کامیابی ہونا موجودہ صورت میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کم از کم دو گھنٹے کی رخصت تو جمعہ کے دن حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دفتروں میں کاروبار کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ جب تک خاص طور پر سرکار کی طرف سے دو گھنٹے کی رخصت نہ ہو مسلمان کام چھوڑ کر جمعہ پڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اس پر ان کے ہندو مہربان ہوتے ہیں جو مسلمانوں پر اپنی خاص نظر عنایت رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان خواہ مخواہ جمعہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی ایسی عادل گورنمنٹ ہو اور مسلمان ملازموں کی مذہبی آزادی کا یہ حال کہ وہ بیچارے نماز جمعہ تک نہ پڑھ سکیں۔ مسلمانو! تم نے شعائر اسلامی کی بے ادبی اور بے عزتی کی تو خدا نے تمہاری عزت و سلطنت کو خاک میں ملا دیا۔ پس شعائر اسلامی کی بے ادبی سے ڈرو۔ جمعہ کے دن دو گھنٹے کی تعطیل حاصل کرنے کے لئے ازحد کوشش کرو۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے۔ اور ایک میموریل تیار کرے۔ تمام انجمنوں و ڈسٹرکٹ لیگوں کا فرض ہے کہ وہ اس میموریل کی تائید میں رزولیوشن پاس کریں۔ تمام رسالوں اور اخباروں کا فرض ہے کہ اس معاملہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ اس میں کامیابی نہ ہو جاوے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے معزز ہمعصر اور تمام مسلمان پبلک اس دینی کام میں یک دل و جان ہو کر کوشش کریں گے۔

اہلحدیث کی رائے حکیم صاحب نے ایک اشتہار سب مسلمانوں کی اتفاق رائے اور تائید کے لئے اس امر کے متعلق دیا ہے۔ کہ دربار تاجپوشی دہلی کے موقعہ پر گورنمنٹ سے ایک میموریل کے ذریعہ جمعہ کی نماز کے لئے ۲ گھنٹہ کی تعطیل حاصل کی جائے اور بذریعہ سرکلر سرکاری دفاتر سکولوں اور کالجوں میں یہ تعطیل ہونی چاہئے۔ ہم نے اہلحدیث کے کالموں میں کبھی اس امر کی تحریک کی تھی اور دوسرے اسلامی اخباروں کو اس امر پر زور دینے کے لئے لکھا تھا۔ لیکن انہوں نے کچھ توجہ نہ کی۔ حکیم صاحب کی رائے سے ہم متفق ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اس امر کے لئے میموریل تیار کر کے وائسرائے کی خدمت میں بھیجنا چاہئے۔ گر میموریل مسلم لیگ کی معرفت بھیجنا چاہئے اور اس کے لئے محکمہ تعلیم کے اُس حکم کو نظیر سمجھنا چاہئے جس میں نماز جمعہ کی رخصت سکولوں میں مسلمان طلبہ اور مدرسوں کے لئے منظور کی جا چکی ہے۔

الحق کی رائے عبادت کا اعلیٰ مقصد دنیا میں اخلاق اور تہذیب کو ترقی دینا ہے۔ تمام سلیم الفطرت انسان اور مذاہب حیوانی اور مادی زندگی سے ان عبادتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو روحانی امراض کے دفع کرنے میں سریع الاثر ہیں۔ نیچر نے انسانی زندگی کی گہری تہ میں روحانیت کو چھپا رکھا ہے۔ جو عقدے اور پیچیدہ معمے سائنس اور فلسفہ کو مجبور کر دیتے ہیں اور جہاں احساس اور ادراک عاجز ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کی بندگی کرنے اور اس کے سامنے سر جھکا دینے سے حل ہو جاتے ہیں۔ اگر تقویٰ اور عبادت سے ہم کچھ بھی لگاؤ رکھتے تو انسانی علم کی ترقی میں روک پیدا ہو جاتی اور جملہ معلومات پردہ میں نہاں رہتیں۔ قدیم سے قدیم اور عاقل سے عاقل قوموں میں عبادت کا طریقہ رائج ہے۔ مسلمانوں کے مذہب میں نماز ایک ایسی عبادت کا نام ہے۔ جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ جس طرح کوئی عظیم الشان عمارت ستون کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ایمان بھی نماز کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین یعنی نماز پڑھو اور اپنے آپ کو مشرکوں میں شامل نہ کرو۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ نماز ترک کرنے سے کفر عائد ہوتا ہے۔ اور ایمان و کفر میں ترک نماز کا فرق ہے۔ ہر قوم ہر مذہب تمام دنوں میں سے ایک دن کو متبرک قرار دیتا ہے۔ اور اُس روز کی عبادت کو مقدس مانا جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں میں جمعہ کا روز اور دنوں سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام پر اسی روز دنیا کی روشنی پڑی تھی۔ یہی وہ دن ہے۔ جس نے حضرت ابوالبشر کو جنت الفردوس کی فضا اور دلکش نظارہ دکھایا تھا۔ اور وہ اس میں داخل ہو کر قدرت کی صنعتوں کے گوناگوں نمونوں کا مشاہدہ کرتے تھے۔ یہی وہ دن ہے۔ جس نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کرائی۔ اور اسی دن آپ جسم خاکی کو خیرباد کہہ گئے اور ہمارے عقیدے کے بموجب قیامت بھی اسی دن آنے والی ہے۔ جیسے راتوں میں شبقدر کی عظمت کی جاتی ہے۔ ایسے ہی دنوں میں جمعہ کو بھی روحانی دن سے نامزد کیا جاتا ہے۔ جو مسلمان اس دن دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔ اس کا نام ہمارا مذہب شہیدوں کی فہرست میں لکھ رکھتا ہے۔ جمعہ کی نماز دیگر نمازوں سے زیادہ اشرف سمجھی گئی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ من ترک الجمعۃ ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ یعنی جو شخص بغیر عذر جمعہ کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص بلا عذر تین جمعہ ترک کرے اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیا ہے۔ گذشتہ ہفتے کے صیغہ مراسلات میں جناب حکیم نور الدین صاحب قبلہ خلیفۃ المسیح موعود کا ایک مضمون درج ہو چکا ہے۔ جس میں خلیفہ صاحب موصوف نے مؤدبانہ لہجہ میں گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبا کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے واسطے دو تین گھنٹے کی اجازت دے۔ مصر میں جہاں بڑا عنصر آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش حکومت کی ماتحتی میں کام کرتا ہے۔ وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہے۔ خلیفہ صاحب کی رائے ہے کہ جہاں مصر میں گورنمنٹ نے عیسائیوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے۔ کہ وہ اتوار کے دن کام پر حاضر نہ ہوں۔ وہاں ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو بھی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے دو گھنٹے ملنے چاہئیں آپ گورنمنٹ کی خدمت میں ایک میموریل بھیجنے والے ہیں۔ جس کا خلاصہ اپنے مضمون میں اسلامی انجمنوں اور اسلامی اخبارات اور اسلامی انجمنوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ رزولیوشن اور تحریروں کے ذریعہ گورنمنٹ پر اس دینی ضرورت کا انکشاف کریں۔ درحقیقت گورنمنٹ کسی کی مذہبی آزادی میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ اس کا انصاف مقتضی ہے کہ مسلمان ایسے مبارک دن کی نماز سے محروم نہ رہیں۔ جس کے خطبہ میں اخلاقی نکات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوتے ہیں۔ اور جس کے ادا ہونے سے نہ صرف ثواب بلکہ آخرت کا سامان ہاتھ آتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جس طرح گورنمنٹ نے ہماری جسمانی زندگی کی آسائش کے لئے ریلوے۔ ٹیلیگراف۔ حفظان صحت۔ نل آب رسانی۔ سڑکیں وغیرہ تیار کی ہیں۔ اسی طرح نماز جمعہ کے لئے اجازت دیکر ہماری روحانی زندگی کی بھی قدر و منزلت بڑھائے گی۔ اسلامی انجمنوں اور اسلامی اخبارات کا فرض ہے کہ نماز جمعہ کی بابت نوٹس لیں اور گورنمنٹ سے باواز بلند معروض کریں۔

انسان کی رائے مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرحوم (مدعی مہدویت و مسیحیت) نے جملہ مسلمانان ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ ایک میموریل تمام اہل اسلام کی جانب سے گورنمنٹ میں بھیجا جاوے کہ ”اعلیٰ حضرت ملک معظم کی تاجپوشی کی یادگار میں جمعہ کی نماز کے لئے یا تو دو گھنٹہ کے واسطے جملہ دفاتر سرکاری اور سکولوں و کالجوں میں دو گھنٹہ کی تعطیل ہوا کرے ورنہ کم سے کم مسلمانوں کو دو گھنٹے کی چھٹی نماز جمعہ پڑھنے کے لئے عطا کی جاوے“ ان کی خواہش ہے کہ ”مختلف فرقوں کے اہل اسلام اور انجمن ہائے اسلامیہ اگر اس تجویز سے اتفاق کریں۔ تو رزولیوشن پاس کر کے ”قادیان“ بھیجدیں۔ تاکہ یہ میموریل کل مسلمانان ہندوستان کی جانب سے روانہ کیا جاسکے“

اس میں شک نہیں کہ یہ تحریک نہایت مناسب اور ضروری ہے اور کسی مسلمان کو اس قسم کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس معاملہ میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

اول تو یہ کہ آجکل جبکہ یونیورسٹی کا سوال اٹھا ہوا ہے اور وہ خاص اسی دربار کے موقعہ کے لئے مخصوص ہے۔ تو اس حالت میں میموریل کا جشن تاجپوشی کے موقعہ پر پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس موقعہ کی یادگار کے لئے مسلمانوں کی قوم کی جانب سے جو متفقہ درخواست اعلیٰ حضرت ملک معظم کی خدمت میں پیش ہو۔ وہ صرف ”مسلم یونیورسٹی“ کے چارٹر ملنے کی درخواست ہو۔

دوسرے یہ کہ یہ میموریل کسی دوسرے موقعہ پر مسلم یونیورسٹی کی چارٹر کی درخواست سے پہلے یا بعد میں مقتدر اسلامی اخبارات اور لیڈروں کی رائے سے کسی اسلامی و قومی انجمن کی جانب سے پیش کیا جائے۔ اور یقین ہے۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا نہایت خوشی سے مسلمانوں کی اس جائز درخواست کو منظور فرما کر اپنی معدلت گستری کا ثبوت دے گی۔

معاونین الحکم حساب صاف کر کے مشکور کریں

اسوۂ حسنہ پر فاضل امروہی کی تقریظ

جو خواجہ صاحب کی درخواست پر لکھی

عالی جناب حضرت احسن المناظرین فاضل امروہی کا نام بھی احمدی قوم میں روز روشن کی طرح درخشاں ہے۔

اس بزرگ قوم نے سلسلہ حقہ کے قبول کرنے میں جو ایثار اور قربانی کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر سلسلہ عالیہ کی تائید و اشاعت کے لئے جو قیمتی تصانیف جناب سید امروہی نے لکھی ہیں۔ وہ اس وقت تک مخالفین کی پوری کوشش اور ہمت کے باوجود لاجواب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت خلیفۃ المسیح صاحب بھی ان کے وجود کو قابل قدر وجود قرار دیتے ہیں۔ سید صاحب میں حق گوئی اور امر بالمعروف کی قوت بڑی زبردست ہے اور حق کے مقابلہ میں کوئی اثر ان پر نہیں پڑ سکتا۔ حقیقت میں علماء ربانی کی یہی شان ہونی چاہئے۔

فاضل امروہی نے جناب خواجہ صاحب قبلہ کی کتاب اسوۂ حسنہ پر ایک تقریظ لکھکر بغرض اشاعت بھیجی ہے۔ مجھے خواجہ صاحب کی کتاب کے پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی (کیونکہ میری درخواست طلبی بذریعہ وی پی کی بھی شاید کثرت کام کی وجہ سے تعمیل نہیں ہو سکی) اس لئے میں کتاب مذکور کے متعلق اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا سید صاحب کی تقریظ کے بعد کسی دوسری رائے کی ضرورت بھی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سید صاحب نے بعض غلطیوں کو ظاہر کیا ہے مگر تقریظ کی حقیقت ہی یہ ہے۔ کہ مصنف کی کمزوریوں کو دور کیا جاوے۔ نہ یہ کہ خواہ نخواہ اس کی تعریف ہی کر دی جاوے اور غلطیوں کے اظہار سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ مؤلف کی محنت کو خاک میں ملا دیا جاوے اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ریویو نگار پر ظلم کرتا ہے۔

بہرحال سید صاحب کی یہ تقریظ احمدی سلسلہ میں حق گوئی کی ایک درخشاں مثال کے طور پر قائم رہیگی۔

امید کی جاتی ہے کہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ان کمزوریوں کی اصلاح کر دی جاویگی۔

یہ تقریظ حضرت فاضل امروہی نے بطور خط جناب خواجہ صاحب کو لکھ بھیجی تھی۔ اور اس تقریظ کے بعض حصوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسکو شائع کرنا چاہتے تھے مگر بعد میں سید صاحب نے اس خیال سے کہ عوام کو فائدہ پہنچے اس کو شائع کرنا پسند کیا جیسا کہ فاضل امروہی نے اپنے خط مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۱ء میں لکھا ہے اس لئے میں اس تقریظ کو جناب ممدوح کے ارشاد کے ماتحت شائع کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سید صاحب کو جزائے خیر دے۔ کتاب کے متعلق جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں۔ اتنا کہنے میں مجھے تامل نہیں کہ کتاب بہرحال مفید ہے اور محنت اور قابلیت سے لکھی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اظہر دین الاسلام علی کل الادیان۔ والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم الذی کان خلقہ القرآن۔ وھو الاسوۃ الحسنۃ لنا لا بالادعاء المحض بل بالحجۃ و البرہان۔ وعلی آلہ العظام واصحابہ الکرام الذین استنوا بسنتہ وتمسکوا بالقرآن۔ اما بعد! ایہا المحب القدیم والمحب الکریم کمال الدین ثبتہ اللہ علی صراط المستقیم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا رسالہ اسوۂ حسنہ مع منافت نامہ بحریر تقریظ موصول ہوا جزاکم فی اللہ اجرًا خیرًا اگرچہ خاکسار کی آنکھیں اب کام نہیں دیتیں لیکن بامداد برخوردار سید محمد یعقوب حسب الارشاد کچھ تحریر کرتا ہوں آپ نے آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الآیۃ کی تفسیر ایک عجیب و غریب تفسیر کی ہے للہ درک اور پھر استقامت کی شرح اور اس کا ثبوت و اثبات صرف ایک محمود الصفات حضرت رسالتمآب خاتم النبیین کے ساتھ بالکل وجہ بہت عمدہ طور سے کیا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی کل تقریر جو جوش و اخلاص کے ساتھ تحریر کی گئی ہے۔ اس میں وہی رنگ ہے۔ جو حضرت مولانا عبد الکریم صاحب کی تقریر و تحریر میں تھا۔ گویا ان کی تحریر و تقریر کو آپ نے زندہ کر دیا ہے۔ گو بعض مواقع میں کچھ اغلاط بھی واقع ہو گئے ہیں جو شاید کاتب کی قلم سے واقع ہوئے ہوں یا سہواً آپ کی ہی قلم سے صادر ہو گئے ہوں۔ لہذا بحکم المومن مرآۃ المومن کے میں اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ مثل مشہور ہے کہ متکلم را تا کسے عیب نگیرد سخنش صلاح نپذیرد اگرچہ یہ میرا اظہار اخلاق فاضلہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خلاف واقع ہوگا۔ مگر میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ لفظ مسیح الموعود غلط ہے۔ لفظ ابزاد اگرچہ بین العوام مشہور ہے مگر صحیح نہیں وجعلنا للمتقین اماما میں ہمزہ وصل متروک ہو گیا ملاحظہ ہو صفحہ ۴ سطر ۲۔ لفظ نمونتہ خلاف قواعد فرس کے ہے صفحہ ۴۶ سطر ۱۱۔ ہاں اگر اساتذہ سے یہ تصرف خاص اس لفظ میں ثابت ہو جاوے۔ تو مسلم ہو سکتا ہے فردوہ میں ضمیر ترک کر دی گئی ہے۔ فردوہ چاہئے تھا۔ لفظ نکتہ اس جگہ کسقدر خلاف ہے مناسب لفظ نقطہ چاہئے ملاحظہ ہو صفحہ ۷ سطر ۸۔ لفظ موذی غلط ہے۔ موذی بذال معجمہ چاہئے۔ اصالی غلط ہے۔ عصائی چاہئے۔ صفحہ ۱۲۴ سطر ۲۔ صفحہ ۶۵ سطر ۱۱ میں کی جاوے غلط ہے اور نہ کی جاوے صحیح ہے۔ یہ اغلاط تو چنداں قابل التفات نہیں مگر غلطی آئندہ ضرور قابل اصلاح ہے وہو ہذا۔ صفحہ ۱ سطر ۹ میں جو مضمون ہے (کہ سری مہاراج رامچندر جی یا سری کرشن بھگوان جی کی سوانح عمریاں آج بھی اہل دنیا کے لئے نیک مثال اور ان کے کارنامے انسان کے لئے بہترین نمونہ موجود ہیں الخ) یہ مضمون محض غلط ہے کیونکہ نزول قرآن مجید کے وقت سے قیامت تک کوئی ایسی کتاب یا کوئی اسوۂ حسنہ بجز رسول مقبول صلعم کے دنیا میں موجود نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ جس کا اقتدا کیا جاوے۔ کیونکہ اول تو لیظہرہ علی الدین کلہ بعثت کی طرف تاریخ قرآنی ہدایت کر رہی ہے۔ دوم۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وارد ہوا ہے پھر لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی خود فرمایا ہے۔ ثالثاً۔ خود آپ کی اس رسالہ کا موضوع لہٗ ہی یہ ہے کہ آج بھی اہل دنیا کے لئے سوائے ذات پاک حضرت رسالتمآب صلعم کے کوئی اور دیگر اسوۂ حسنہ دنیا میں موجود نہیں۔ ملاحظہ ہو صفحات ذیل ۱۰ و ۲۴ و ۲۶ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۲ و ۳۶ و ۳۵ و ۴۰ و ۴۲ و غیرہ و غیرہ پس مضامین مندرجہ صفحات بالا کے مضمون مندرجہ صفحہ ۱ کو رد کر رہے ہیں پھر اگر مضمون صفحہ ۱ صحیح ہو تو پھر کل رسالہ آپ کا اور اس کا موضوع لہٗ باطل ہوا جاتا ہے اور پھر علاوہ بریں نہ ضرورت قرآن مجید کی باقی رہی اور نہ حاجت دین اسلام کی رہتی ہے جو آپ کے رسالہ کا موضوع لہٗ اور مقصود اصلی ہے اور قریب قریب اسی کی اس مضمون غلط کو تفصیل آپ نے پیسہ اخبار میں بھی شائع کرایا تھا۔ جو بالکل خلاف آپ کی اس استقامت کے تھا جس کو شرح و بسط اس رسالہ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے اور نیز آیت قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کی ایک غلط تفسیر آپ نے پیسہ میں آپ نے تحریر فرمائی تھی اور بحکم بناء فاسد علی الفاسد کے اس کے نتائج غلط پیسہ اخبار میں تحریر فرمائے گئے تھے جس کا رد خاکسار نے بدلائل عقلی ونیز براہین نقلی قریب سو آیات سے لکھا تھا۔ اسی طرح جس طرح آپ نے صفحہ ۶ سطر ۶ میں لکھا ہے۔ وہو ہذا۔ لونظر کا یہ عمل محمدی تعلیم فردوہ الی اللہ والرسول سے اخذ شدہ تھا یعنی امور متنازعہ میں تم کل انسانی اجتہاد کو چھوڑ کر خدا اور اس کے رسول کے کلام کی طرف رجوع کرو۔ انتہیٰ موضع الحاجۃ اور اگر اندک تدبر بھی اس آیت میں کیا جاوے۔ تو کل مضمون مندرجہ پیسہ اخبار کا خود اسی آیت سے رد ہو جاویگا۔ کیونکہ آخر آیت ہذا میں فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون وارد ہے یعنی اگر اہل کتاب اور مخاطبین اس ہماری دعوت سے روگردانی کریں۔ تو تم بیکار کر کہدو کہ بیشک ہم ہی مسلم ہیں۔ اور تم مسلم نہیں ہو۔ خصوصاً جبکہ اتخذوا اربابا کی تفسیر حدیث صحیح سے کی جاوے جو خاص اتخذوا ارباب کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے۔ تو پھر تمام پیر پرست بھی غیر مسلم قرار پا جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو غیر مسلم ہیں یا تو مغضوب علیہم ہوں گے یا ضالین ہوں گے جن کے ساتھ ہم ہرگز ہرگز امور دینی میں شریک ہو کر اتحاد یا اتفاق نہیں کر سکتے۔ گو ان میں کچھ امور مشترکہ بھی پائے جاویں (یہ امور مشترکہ کا نسخہ مثل تقیہ رافضہ کے عجیب و غریب پیدا کیا ہے۔ جن امور مشترکہ سے شیطان بھی باہر نہیں ہے۔ پھر تو اس کے ساتھ بھی ہمارا اتفاق ہونا چاہئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کبھی ان امور مشترکہ سے نہ ہو گی) اکثرت جس دستور میں کسی جگہ کچھ جعل کیا گیا ہو وہ کبھی نزدیک مقبول نہیں ہو سکتی یا جس دودھ کے پیالہ میں زہر ملا ہوا ہو۔ اس کا استعمال ہرگز درست نہیں۔ گو ان میں بعض امور مشترکہ اچھے بھی موجود ہوں۔ کیونکہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نازل ہے۔ پس ایسی غیریت کی حالت میں اتحاد یا اتفاق کیسا۔ ہاں معاملات اس سے مستثنیٰ ہیں وکذا من الامور التی ترد الی تبیل لیکن اس رد کو خاکسار نے اس لئے شائع نہیں کیا کہ آپ کی حسنات بہ نسبت سلسلہ احمدیہ کے ان سیئات پر غلبہ رکھتی ہیں۔ امید ہے کہ کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان سیئات کو حسنات کے ساتھ بدل دیویگا اور میں یہ دعا کیا کرتا تھا۔ کہ اللھم بدل سیئاتہ بالحسنات الحمد للہ کہ یہ دعا میری قبول ہوئی مجھ کو امید ہے کہ یہ رسالہ آپ کا اس مضمون مندرجہ پیسہ اخبار کے لئے بطور کفارہ کے ہو جاویگا۔ آمین ثم آمین۔ اور جو تفسیر غلط آیت قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم کی آپ نے پیسہ میں تحریر فرمائی تھی۔ جس سے صریح طور پر ثابت ہوتا تھا۔ کہ آپ کی استقامت میں فرق آگیا۔ وہ عفو ہو جاویگا۔ آمین کیونکہ اس رسالہ میں اس مضمون غلط کا رد موجود ہے اور یہ ترک استقامت کا ایک سرا کی تھا جو حضرت سید جری اللہ کے الہام میں

آچکا تھا جس کا واقع ہونا واسطے پورا ہونے پیشگوئی الہام کے ضروری تھا۔ تمتہ۔ آیت اسوہ حسنہ کے سیاق میں کچھ ذکر ضعیف الایمان لوگوں کا ہے جس میں ان کی عدم استقامت اور ضعیف ایمان و عدم استقامت پر لتاڑ کی گئی ہے اور بعد آیت اسوہ حسنہ ہے جس میں واسطے اقتدا کرنے کے دربارہ استقامت رسول کریم کے ان کو سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور یہی شان نزول اس آیت کا مفسرین محققین نے تحریر فرمایا ہے۔ اب ما نحن فیہ میں بھی ایسا ہی کچھ واقع ہوا ہے کہ آپ کی استقامت میں جب فرق آگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے کفارہ کے لئے آپ کے قلم سے آیت اسوہ کی ایک عجیب و غریب تفسیر شائع کرادی اور شرح استقامت رسول کریم صلعم کی بہ تفصیل و بسط کے ساتھ آپ کے قلم سے لکھوادی۔ فجزاکم اللہ احسن الجزا۔ مگر ضروری ہے کہ جس طرح پر آپ نے چندہ یونیورسٹی کی تحصیل کے لئے کوشش بلیغ فرمائی ہے۔ اگر چندہ مدرسہ احمدیہ کے لئے بھی سعی و کوشش بلیغ فرماویں تو اس ترک استقامت کا بھی کفارہ ہو جاوے اور مجھکو آپ کی سعادتمندی سے اس کی امید بھی ہے دعائے ابراہیمی ومن عصانی فانک غفور رحیم میں جو یہ نکتہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مخالفین معاندین مکہ کو بعد فتح مکہ کے کوئی سزا نہیں دی۔ بدیں وجہ دعائے ابراہیمی کا کوئی لفظ قبولیت سے خالی نہیں رہا۔ ایک گروہ نے آپ کی اتباع میں بتوں سے اجتناب کیا تو اس سے دعا واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام قبول ہو کر پوری ہوئی۔ اور دوسرا وہ گروہ جنہوں نے اپنے جرائم کا راستہ چھوڑا۔ معہذا ان کے لئے لا تثریب علیکم الیوم فرما کر ان کو سزا سے معاف کردیا کیونکہ آنحضرت عبد الغفور اور عبد الرحیم ہے جس سے فانک غفور رحیم کے الفاظ کا مضمون پورا ہوا۔ الی آخرہ۔ یہ نکتہ تفسیری عاجز کو بہت پسند آیا کیونکہ اس تفسیر سے علاوہ الفاظ میں سے کوئی لفظ دعا کا ضائع نہیں گیا فجزاک اللہ احسن الجزا۔ ماحصل مکرر عرض ہے کہ مضمون مندرجہ صفحہ ۱ سطر ۸ کا قابل اصلاح ضرور ہے۔ اگر زبان انگلش میں بھی آپ اس رسالہ کا ترجمہ کریں۔ تو اس مضمون کی اصلاح ضرور فرماویں یعنی یا تو آج بھی کا لفظ کم فرمادویں اور کوئی لفظ ایسی کے ہوتے تھے لکھدیویں تب کسیقدر صحیح ہو سکتا ہے۔ غرضکہ کسی لفظ مربوط کے ساتھ اصلاح کردیجاوے۔ جو مقصود اصلی کے مخالف اور موضوع لہ کی ضد نہ ہو۔ پھر مجھ کو قوی امید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے۔ کہ جو سابق ازیں آپ کی طرف سے بعض مضمون غلط شائع ہوئے ہیں۔ ان کے لئے یہ آپ کا رسالہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ کفارہ ہو جاویگا۔ میں نہ تو خوشامدی ہوں اور نہ خوشامد طلب ہوں۔ لہذا جو کچھ ان چند سطور میں تحریر کیا گیا ہے اگر ناگوار ہو تو معاف فرمایا جاوے۔

اور جبکہ آپ خود اقرار کر چکے ہیں کہ (اگر تعلیم کے ساتھ معلم کا عمل موجود نہ ہو۔ تو تعلیم کے غلط سمجھے جانے کا احتمال ہو سکتا ہے) آخر تک صفحہ ۷ سطر اول سے ملاحظہ ہو۔ تو جب تک آپ مضمون بیسہ اخبار کارد اور نیز غلطی ہذا کا حک عملی رنگ میں بہ تصریح نہ فرمادیں۔ تب تک آپ کی طرف بھی احتمال خلاف ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک امر اصلاح طلب اور ہے۔ کہ آپنے مسئلہ ارتقاء میں جو کچھ لکھا ہے۔ اور اس کا مصداق دیانند وغیرہ کو گردانا ہے۔ بعینہ اسی طرح پر آپ کی کل تقریر کو مخالف حضرت مسیح موعود پر چسپان کر سکتے ہیں۔ یہی مسئلہ ارتقاء کے ماتحت دیانند و حضرت جری اللہ ہر دو سابق الاقدام ہیں۔ جیسا دیانند ویسا ہی حضرت جری اللہ۔ اور ظاہر رسالہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیا کو مصداق مسئلہ ارتقاء کا گردان سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہی حال ہم حضرت مرزا صاحب کا دیکھتے ہیں۔ پس اس کا جواب آپ کے نزدیک کیا ہو سکتا ہے جس جواب سے حضرت اقدس اس مسئلہ ارتقاء سے مستثنیٰ رہکر مامور من اللہ ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ جملہ حالات مسئلہ ارتقاء کے بھی محض ارہاصاً منجانب اللہ ہوتے ہیں اور بطور ارہاص کے اللہ تعالیٰ کی ہوا کو پہلے ہی سے انبیاء علیہم کی تبلیغ کے مناسب و مطابق پیدا کردیا کرتا ہے۔ تاکہ منکرین اور معاندین پر اس طرح سے بھی ایک حجت قائم ہو جاوے گو ہمارے حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین ماتحت حالات ارتقاء کے بعض اعتبارات سے نہ ہوئے ہوں اور پھر آپ نے بھی ایسے امور کو آنحضرت کی قبل بطور ارہاص کے ہونا تسلیم کرلیا ہے دیکھو صفحہ ۲ سطر اخیر کو۔ یہ مضمون ایک بڑی تفصیل کو چاہتا ہے۔ جو پھر کسی وقت میں انشاء اللہ تعالیٰ تحریر کی جاویگی بشرط باقی صحت بالی۔ اور پھر آپنے جو تحصیل چندہ یونیورسٹی کے لئے اس نیک نیتی سے کوشش اور سعی فرمائی ہے۔ کہ اس دنیا کی ترقی میں دین اسلام کی ترقی متصور ہے۔ یہ آپ کی نیک نیتی ایک اجتہادی غلطی پر مبنی ہے۔ جس کو خود آپنے کامل طور پر رد کردیا ہے اور ایسی نیک نیتی کو ترک استقامت قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵ سے صفحہ ۹ تک۔ بلکہ کل آنحضرت صلعم کی استقامت کا بیان جو آپ کی اس نیک نیتی کو پورے طور پر ادا کر رہا ہے۔ فتدبر و لا تکن من الغافلین۔ اس لئے آپ پر فرض ہے۔ کہ اس نیک نیتی سے جو اجتہادی غلطی پر مبنی ہے رجوع فرماویں۔ اقل درجہ یہ کہ چندہ مدرسہ احمدیہ کے لئے اسی قدر کوشش کریں جو یونیورسٹی کے لئے کی گئی ہے۔ تاکہ یہ کوشش اس پہلی کوشش کے لئے کفارہ ہو جاوے اور صفحہ ۲۰ سطر ۱۶ کے بعد آپ اس فقرہ کا لکھنا بھول گئے ہیں۔ کہ وہی باتیں مسیح موعود کے مقابل اب بھی ہیں" تاکہ زندہ ثبوت اور نقد حال مسیح موعود کی صداقت کا ہو جاتا۔ فقط

اس تقریظ کا لطف جب ہو۔ کہ جو اغلاط قابل التفات لکھی گئی ہیں۔ ان کو صفحہ وار اسوہ میں بغور مطالعہ فرمایا جاوے اگر یہ اغلاط خواجہ صاحب سے سہواً واقع ہوئی ہیں۔ جو کثرت نسیان ان کی فطرت میں داخل ہے۔ تو دعا ہے کہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا۔ دعا ضرور کی جاوے

محمد احسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان

اعلان

تمام احمدی احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان واسطے چندہ جمع کرنے کے لئے اس وقت بہ ذیل کے پانچ اصحاب کو وصولی چندہ کی اجازت دی گئی ہے (۱) شیخ غلام احمد صاحب واعظ۔ (۲) حکیم محمد صاحب۔ (۳) چوہدری غلام سرور صاحب قانونگو۔ (۴) ڈاکٹر محمد امین صاحب حفاظ وٹرنری اسسٹنٹ (۵) منشی محمد عبد اللہ صاحب منشی ضلعداری محصلان۔ ان احباب کے علاوہ اگر کسی کے مقرر کرنے کی ضرورت سمجھی جاویگی تو سرٹیفکیٹ کے علاوہ جو ہر محصل یا واعظ کو دیا جاتا ہے۔ بذریعہ اخبار احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کردیا جاویگا۔ بغیر اس کے کسی صاحب کو چندہ وصول کرنے کی یا چندہ دینے کی اجازت دفتر ہذا کی طرف سے نہیں ہے غلطی سے بچنے کی خاطر یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی اطلاع دی جاتی ہے کہ ہر محصل کے پاس رسیدبک چھپی ہوئی ہوں گی۔ چندہ دینے والوں کو رسید باقاعدہ دی جاویگی جس کی ایک نقل محصل اپنے پاس رکھے گا۔

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان ۲۶ جولائی ۱۱ء

نوٹ۔ طلباء مدرسہ کے لئے جو اجازت چندہ وصول کرنے کی دی جاتی ہے۔ وہ صرف ایام تعطیلات موسم گرما کے لئے جو اس دفعہ ۱۲ اگست ۱۹۱۱ء سے ۳۰ ستمبر تک ہوں گی۔ ایسے طالب علموں کے نام شائع کئے جاویں گے اور ہر ایک طالب علم کو سند دی جاویگی جسے دکھانے کے بغیر وہ چندہ وصول کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور رسید بکیں دیجاویں گی اور ہر ایک رقم جو کوئی صاحب دیں مناسب ہوگا کہ رسید بک ہر دو نوں طرف یعنی مثنی اور اصل پر اپنے سامنے درج رقم کرالیں اور رسید لے لیں۔

محمد علی

سکرٹری ۲۶ جولائی ۱۱ء

ملفوظات امیر المومنین رضی اللہ عنہ

۲۹۔ جون ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ مسلمان جب سے اس مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔ ذلیل ہیں۔ وہ خدا کے فضل کو بھول گئے۔ اور "تسخیر" کے پیچھے پڑ گئے۔ ہماری طرف جب رجوع خلائق دیکھتے ہیں۔ تو گمان کرتے ہیں ہمیں کوئی وظیفہ یاد ہے۔ جس سے تسخیر کرلیا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض جمیعاً (۲) وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ جب یہ نعمت قرآن مجید میں پہلے ہی موجود ہے۔ تو اس قدر گھبراہٹ کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرا مرض مسلمانوں میں ناشکری ہے اور وہ حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔ حلال رزق سے اولاد نیک صالح پیدا ہوتی ہے اور عبادت میں لذت ملتی ہے۔

فرمایا۔ پہاڑوں میں فائدے ہیں۔ از انجملہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان تمید بکم جس کے چار معنے ہیں (۱) تاکہ تم ہلاک ہو جاؤ (۲) پہاڑ تمہارے ساتھ چکر کرتے ہیں (۳) کھا نہ دیتے ہیں تمہیں (۴) زمین ایک طرف جھک نہ جائے۔

فرمایا۔ انسان کا ایک ایک بال بھی نعمت ہے۔ دیکھو ایک بانکے جوان پر ایک بال بھی سفید آجائے۔ جب تک موچنے سے نوچ نہ لے۔ اسے قرار نہیں آتا۔

فرمایا۔ بدیوں سے بچنے کے لئے اسی بات کا مطالعہ سخت ضروری

ہے۔ کہ اللہ چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

۴ر جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ ہجرت یہ ہے کہ ایک چیز سے تعلق ہے اور اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ بس اس تعلق کو محض اللہ کی رضامندی کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ المہاجر من ھاجر ما نھی اللہ عنہ۔

فرمایا۔ اللہ کی رضا کے لئے کوئی چیز چھوڑ دیجائے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ چھوڑا۔ اس کا بہتر سے بہتر بدلہ پایا۔ اسی ہجرت کا اجر ہے۔ کہ ابتک ان کی قوم معزز سمجھی جاتی ہے۔

فرمایا۔ قرآن نے جو کچھ بتایا ہے غور کریں تو انسان کا دل اس کی فہم اس کی صحیح۔ اس کو مانتی ہے صرف بھولی ہوئی بات یاد کرائی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کا نام ذکر ہے۔

فاسئلوا اھل الذکر کے نعوذ باللہ یہ معنے کہ عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھو۔ بالکل غلط ہیں۔ ان کو کیا معلوم۔

فرمایا۔ انسان حرامخوری کرتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ مگر نتیجہ نظر نہیں آتا۔ تو وہ دلیر ہو جاتا ہے۔ مگر جب پیمانہ لبریز ہوتا ہے۔ تو فوراً پکڑا جاتا ہے۔

فرمایا ظاہر سے باطن کی طرف جانا مسلمانوں کا معمول نہیں رہا بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ دل صاف چاہئے۔ اعمال خواہ کیسے ہوں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔

فرمایا۔ انگریزوں کی صناعیاں (ریل۔ ہوائی جہاز۔ تار) دیکھ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ مگر مجھے اس سے بڑھکر تعجب آتا ہے۔ ان کے اس عقیدہ پر کہ وہ عاجز و غریب انسان کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔

فرمایا۔ اللہ کی کتاب اور نبی کریمؐ کی ارشادات پر جو قوم متمسک ہے اس میں اختلاف کم ہے۔ پھر جن میں خشیۃ اللہ ہے۔ ان میں اور بھی اختلاف کم ہے۔

فرمایا۔ ہر روز اپنے کھانے کا مطالعہ کرو۔ کپڑے کا مطالعہ کرو آمدنی کا مطالعہ کرو۔ کہ حرام تو نہیں۔ مشتبہ مال ہرگز استعمال نہ کرو کیونکہ اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ ہم سے سوا دعا کے کیا ہو سکتا ہے۔ حکومت قہری نہیں کہ زبردستی منوایا جائے۔

۴۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

فرمایا۔ انبیاء کرام ذات الٰہی کا بہت ادب کرتے ہیں۔ ابو الانبیاء خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ یطعمنی و یسقین فاذا مرضت فھو یشفین۔ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کو تو خدا کی طرف منسوب کیا ہے اور مرض کو اپنی طرف۔ ایسا ہی سورہ کہف میں ایک نبی نے کشتی کا عیبناک کرنا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ فاردت ان اعیبھا غرض انبیاء کا مذہب یہ ہے۔ کہ

والشر لیس الیک

فرمایا۔ مجھے قرآن مجید سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔ قرآن مجید میری غذا ہے۔ میں سخت کمزور ہوتا ہوں۔ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے۔

فرمایا۔ بچپن سے خدا نے مجھے اس دین پر چلایا ہے جس پر میں اب ہوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اسی پر میرا خاتمہ ہو۔

فرمایا۔ مجھے خدا ہمیشہ قرآن سے عقلی دلائل سمجھاتا ہے یہ اس کا فضل ہے۔

فرمایا۔ قرآن مجید دنیا میں سے اختلاف دور کرنے کیلئے آیا افسوس ہے کہ بعض بدبخت سمجھتے ہیں۔ قرآن میں اختلاف ہے۔ حالانکہ قرآن مجید اختلافی مسائل میں ایک فیصلہ بتاتا ہے پھر اختلاف مٹا کر اس راہ پر چلاتا ہے۔ جس پر چلنے سے خدا راضی ہو۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ خدا کی رحمتوں سے انسان مالامال ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ عربی میں چارسو نام شہد کا ہے۔

فرمایا۔ جیسے بارش ہو تو زمین سے روئیدگی نکلتی ہے اسی طرح جب وحی آسمانی کا نزول دل پر ہو۔ تو عجیب عجیب حقائق کھلتے ہیں۔

فرمایا۔ کہ جب مکھی کے پیٹ سے وحی الٰہی کے سبب شہد جیسی نافع چیز نکلتی ہے تو پھر انبیاء کے ذریعے وحی کے نزول سے کیا کیا فوائد مخلوق الٰہی کو پہنچ سکتے ہیں۔

فرمایا جیسے بھوسہ اور خون میں دودھ موجود ہے مگر اسے سوا الٰہی مشین کے کوئی نکال نہیں سکتا۔ اسی طرح دنیا میں صداقتیں تو موجود ہیں۔ مگر وہ صرف وحی کے ذریعے الگ ہو سکتی ہیں۔

۵۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

فرمایا فضیلت اگر کھانے سے ہو۔ تو پھر ہاتھی اور ویل مچھلی کی زیادہ قدر ہو۔

فرمایا۔ کام کرنے والا اور نہ کرنے والا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے عرب میں امراء فصحاء شعراء موجود تھے۔ لیکن غور کرو۔ کوئی ان میں سے خدا کے لئے بھی کام کرتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ برخلاف اس کے حضرت نبی کریم دن رات خدا کے کام میں مصروف رہتے۔ اس کا نمونہ ہم نے اس زمانہ میں بھی دیکھا۔ حضرت صاحب کا یہ حال تھا کہ سر میں چکر اور اسہال۔ مگر پھر بھی بڑا کام کرتے۔ اور اکثر میں نے آپ کی زبان سے سُنا۔ کہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اور کام (دین کی تسلی) ابھی دھورے پڑے ہیں۔

فرمایا۔ تم میں کوئی سعادت مند ہو۔ جو سوچے کہ خدا نے کیا کیا نعمتیں دی ہیں۔ اور پھر اس نے مخلوق کی بہتری اور خدا کی رضامندی کے لئے کیا کام کیا ہے۔ میں نے پاگلوں کو دیکھا ہے۔ کبھی کسی نے کھانا کھاتے وقت بجائے مُنہ کے کان میں نہیں ڈالا۔ بلکہ اپنے حظ کے لئے خوب دانائی سے کام لیتے ہیں۔ پس انسان کی اس میں کوئی خوبی نہیں۔ کہ وہ اپنے نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں ہوشیار ہو۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ دوسروں کی بہتری اور اللہ کے دین کی اشاعت میں کیا کام کرتا ہے۔

فرمایا۔ یوم غمغم میں اشارہ ہے کہ مومن سفر میں بھی اکثر بی بی کو ساتھ رکھے۔ نبی کریم صلعم نے یہاں تک التزام فرمایا۔ کہ احد کی جنگ میں عائشہ صدیقہؓ اور بتولؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ خود ہمارے حضرت صاحب جب سفر پر جاتے۔ اپنی بی بی کو ہمراہ لیجاتے۔

ناظرین الحکم ہر قسم کی خط و کتابت میں نمبر چِٹ ضرور لکھا کریں

مُسلم یونیورسٹی اور احمدی قوم

مسلم یونیورسٹی کی تحریک کا احمدی قوم کی طرف سے نہائت جوش اور مسرّت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ احمدی قوم کے موجودہ لیڈر اور امام نے باوجودیکہ اس کے سلسلہ کی اپنی ضروریات ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں اپنی جیب سے ایک ہزار دیا اور اپنی جماعت کو یونیورسٹی کی تحریک میں چندہ دینے کا مشورہ دیا۔ احمدی جماعت کے اخبارات نے اس تحریک کی تائید میں اپنے مقدور کے موافق مضامین لکھے اور جوجس سے بن آیا۔ اس نے متعلق کیا۔ لیکن ۱۲۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کے علیگڑھ منتھلی گزٹ میں "مسلم یونیورسٹی کے متعلق بعض شبہات" کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے اس نے کم از کم احمدی قوم کو یونیورسٹی کی طرف سے موقع مایوسی کا دیا ہے۔

یونیورسٹی میں مذہبی تعلیم کے انتظام پر اعتراض کیا گیا تھا اس کا جواب دیتے وقت ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ شیعہ اور سُنّی کے سوا اور کسی فرقے کی تعلیم کا انتظام نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"باقی بعض فرقے جن کی تعداد بہت قلیل ہے (مثلاً عامل بالحدیث یا قادیانی یا عامل بالقرآن) یہ گروہ اپنے معتقدین کی تعلیم کا خود انتظام کرتے ہیں اور وہ کافی بھی ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے اُن لوگوں میں سے کسی کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ جبتک مسلم یونیورسٹی ان کی مذہبی تعلیم کا خاص انتظام نہ کرے اس وقت تک وہ اس کو مسلم یونیورسٹی تسلیم نہ کرینگے"

یہ جواب جو ازالہ شبہ کی خاطر شائع کیا گیا ہے نہ صرف مایوسی بخش ہے بلکہ اس کا لب و لہجہ نہائت کرخت اور غیر مہذبانہ ہے۔ قادیانی کے لفظ پر عزیز ہمعصر مدرسہ بڑے زور سے لکھتا ہے اور علیگڑھ کے ودیعان تہذیب و تقدس کو بتایا ہے کہ وہ آیۂ شریفہ لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان الآیۃ پر غور کریں اور ہمارے اصل نام احمدی کے سوا اور کسی نام سے نہ پکارا کریں۔

مسلم یونیورسٹی کے لئے اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے جملہ فرقوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا آسان امر نہیں مگر ان کے مذہبی فیلنگس کا خیال نہ رکھنا بھی تو نامناسب ہے۔

ہمارے ایک واجب الاحترام دوست نے اپنے ایک لیکچر میں (جو یونیورسٹی کی تائید میں دیا گیا تھا) کہنے کو تو یہ کہدیا۔

"ہم کو جب خدا۔ رسول۔ کتاب۔ کعبہ۔ کلمہ۔ معاد اور بہت سے دیگر امور ایک امر پر متحد اور جمع نہ کر سکے تو خدا تعالیٰ نے ایک اور امر ہم میں اتفاق کی صورت پیدا کرنے کا پیدا کر دیا۔ وہ کیا ہے؟ وہ یہی مسلم یونیورسٹی ہے"

آہ! جس قوم کو کلمہ ایک نہ کر سکا تو یونیورسٹی اس سے بڑھکر قوت کہاں سے لے آئیگی؟ بہرحال قطع نظر اس کے کہ ہم یونیورسٹی کو ایسی عزت دینے کو تیار ہیں یا نہیں کہ اس کے ذریعہ وہ کام ہو سکے۔ جو مندرجہ بالا امور (جن کی عزت اور تکریم ایک مسلمان کا ایمان ہے) نہ کر سکے۔

اس قدر ماننے میں کوئی شُبہ نہیں ہو سکتا کہ احمدی جماعت کی طرف سے یونیورسٹی کی تحریک کی تائید کس جوش اور مستعدی سے ساتھ